المرشد

ماھنامہ

جون
2008ء

اللہ
رسول
محمد

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے
رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

وطن عزیز میں وسائل کی کمی نہیں............لیکن!

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کررہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

اسلام نے اُن لوگوں کو بڑی عجیب سزا دی ہے جو میدان جہاد میں مقابلہ کرتے ہوئے گرفتار ہو جاتے ہیں دنیا کی ساری قومیں انہیں ایذا دے کر مارتی ہیں، زبانیں کاٹ دی جاتی ہیں، آنکھیں نکال دی جاتی ہیں، الٹا لٹکایا جاتا ہے، ناخن کھینچ لیے جاتے ہیں تشدد کیا جاتا ہے اُن پر۔ ابھی تک لوگوں کو نازی جنگی کیمپوں کی یاد نہیں بھولی ہوگی اور جاپانیوں کے پاس جو لوگ قید گزار کر آئے ہیں انہیں وہ تشدد نہیں بھولے ہوں گے اسلام نے جنگی قیدی سے اُس کی آزادی چھین لی ہے جب اُسے میدان میں شکست ہوتی ہے اور وہ گرفتار ہو کر آتا ہے تو اسلام نے سب سے بڑی سزا جو اُسے دی ہے کہ وہ آزاد انسان کی حیثیت سے نہیں رہے گی بلکہ فاتح لشکر کا غلام ہوگا اور امیر لشکر جسے تقسیم کردے اُس کے حصے میں آئے گا لیکن یہ غلامی کیسی ہوگی؟ مالک اُس کے مذہب میں مداخلت نہیں کر سکتا۔ اگر وہ پتھر کی پوجا کرتا ہے آگ کی پوجا کرتا ہے کسی جانور کی پوجا کرتا ہے تو مسلمان اپنے غلام کو اُس پرستش سے روکنے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں غلام کو وہ کام کرنے کا حکم نہیں دے سکتے جو کام کرنے کی اُس میں ہمت اور طاقت نہیں ہے جیسا کھانا خود کھاتے ہو ویسا ہی کھانا اُس غلام کو کھلاؤ گے، جیسا تمہارا لباس ہوگا ویسا تمہارے غلام کا بھی ہوگا۔ نہ تم اُس سے مذہب چھڑا سکتے ہو، نہ تم اُسے ایذا دے سکتے ہو، نہ اُس سے ذلت اور رسوائی کا کوئی کام کروا سکتے ہو۔ اگر غلام کے مذہب میں مداخلت جائز نہیں ہے تو شہر یا محلے میں کسی سے مذہبی اختلاف پر لٹھ چلانے کی اجازت کس نے دی ہے؟

اداریہ

وطن عزیز میں وسائل کی کمی نہیں .... لیکن!

اللہ تعالیٰ نے اس دھرتی کو بے پناہ وسائل سے مالا مال کر رکھا ہے۔ بہترین زرعی زمینیں اور ہر طرح کے موسم یہاں دستیاب ہیں۔ ہر قسم کے پھل، سبزیاں اور میوہ جات اُگانے کے لئے یہ آئیڈیل جگہ ہے۔ تیل اور گیس سمیت ہر طرح کی معدنیات سے یہ سرزمین اٹی پڑی ہے۔ بہترین ہنرمند افراد، ہر شعبہ کے تربیت یافتہ ماہرین اور محنتی کارکنوں کی کمی نہیں۔ اگر ہمارے ہاں کمی ہے تو خلوص نیت کی ہے نیز قانون پر عملدرآمد کا کوئی تصور باقی نہیں۔ قومی سیاست میں مفاد پرستی اور خود غرضی کا عنصر غالب ہے نیز امور مملکت کو چلانے کے لئے جو فیصلے کئے جاتے ہیں ان میں ذاتی و گروہی مفادات پیش نظر ہوتے ہیں۔

حالیہ عام انتخابات کے بعد ایک بار پھر یہی پرانا کھیل دہرایا جا رہا ہے، حالانکہ حالات کی نزاکت کا تقاضا یہ تھا کہ ایک مضبوط حکومت کی فوری تشکیل کے بعد عوام الناس کو درپیش مشکلات کا ادراک کر کے ان کے ازالہ کے لئے فوری اقدامات اٹھائے جاتے۔ بدقسمتی سے تاحال حکومت کو سیاسی جوڑ توڑ، کابینہ کی تشکیل، وزراء کے لئے رہائش گاہوں، گاڑیوں اور دفاتر کی تزئین و آرائش، غیر ملکی وفود سے ملاقاتیں اور سرکاری و غیر سرکاری تقریبات میں شرکت سے فرصت نہیں۔ تواتر کے ساتھ لاتعداد مسائل کا واویلا اور وسائل کی کمی کا رونا تو ہر حکومتی عہدیدار کی گفتگو کا لازمی جز ہے۔ اس صورتحال نے عام آدمی کی مایوسی میں خطرناک حد تک اضافہ کر دیا ہے۔

اس وقت تلخ ترین حقیقت یہ ہے کہ ملکی وسائل کا کثیر حصہ انتہائی قلیل تعداد کے لئے مخصوص ہے اور ملک کی غالب اکثریت نان جویں تک کو ترس رہی ہے۔ ایک طرف صورتحال یہ ہے کہ اسلام آباد سے حیدرآباد تک لوگ پانی کیلئے ترس رہے ہیں اور پانی کے خالی برتن ہاتھ میں اٹھائے احتجاج کرتے نظر آتے ہیں۔ دوسری طرف وہ طبقہ ہے جن کے پالتو جانور بھی منرل واٹر پیتے ہیں۔ وسائل کی اس غیر منصفانہ تقسیم نے معاشرے کو احساس محرومی کا شکار کر دیا ہے اور باہمی نفرت میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔

ان حالات میں نو منتخب حکومت کو چاہیے کہ مسائل کا مسلسل واویلا کر کے عام آدمی کی مایوسی میں اضافہ کرنے کی بجائے بہتر حکمت عملی، خلوص نیت اور دیانتداری کو بروئے کار لا کر وسائل کو یکجا کرے، وسائل کی تقسیم کو منصفانہ بنائے، نیز وسائل کے بے تحاشا ضیاع کو روکنے کے لئے فوری اقدامات اٹھائے۔ ملک و قوم کے بہترین مفاد میں اپوزیشن کو بھی اس کار خیر میں حکومت کا ہاتھ بٹانا چاہیئے۔ عام آدمی کو اس وقت یہ باور کرانے کی اشد ضرورت ہے کہ مسائل کے ساتھ ساتھ وسائل کی بھی کمی نہیں اور وسائل کو درست انداز میں بروئے کار لا کر مسائل پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر | نشانِ منزل
کونسی ایسی بات ہوئی ہے | سوچ سمندر
متاعِ فقیر | آس جزیرہ | دیدۂ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

''میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہئے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں' اس کی مجھے خبر نہیں' اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سکھایا کم' سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرّم کا فیضِ نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کرلیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔''

نعت

آتی ہے نظر گنبدِ خضرا کی روشنی
پھیلی ہے چار سو شہِ بطحا کی روشنی

روشن ہے ان کے نام سے سارے جہان میں
مومن کا دل بھی اور دلِ بینا کی روشنی

مغرب کی روشنی میں ہیں تاریکیاں بہت
چھینی ہے ظلمتوں نے چشمِ وا کی روشنی

ننگے بدن ہیں چاک گریبان ہے کوئی
وحشت نصیب ہے انہیں لٹوا کے روشنی

ہے جنس اور مال کا رشتہ فقط یہاں
گم نسب بھی ہوا گئی وفا کی روشنی

سب کہہ نہیں سکتا کوئی آتا ہے جو نظر
مانع ہے لب کشائی سے حیاء کی روشنی

اس پتھروں کے دیس میں خادم ترے حبیب
پاتے ہیں نور دل میں اور آقاؐ کی روشنی

دل میں تڑپ ہے سوز ہے سجدے میں آج بھی
آنکھوں میں تیرے نقشِ کفِ پا کی روشنی

کتنا رفیع مقام ہے ان کا خدا گواہ
ہر طرف ان کے کرم سے برسا کی روشنی

اللہ کرے کہ سینہ مسلم ہو نور بار
یوں جس سے اک جہاں میں پھیلا کے روشنی

مجھ سے فقیر کو ملے نظر کرم کی بھیک
تیرے حریم ناز کی' طیبہ کی روشنی

اقوالِ شیخ

☆ ...... بدنصیبی کی انتہا یہ ہے کہ دنیائے کفر کے سامنے آج ہم اپنے آپ کو مسلمان بتاتے ہوئے گھبراتے ہیں۔ یعنی جو بات ہمارے لئے باعث صد افتخار تھی، کردار کے بگاڑ کے باعث ہم اُسی بات پر شرمندہ ہیں۔

☆ ...... ذکر کا حاصل تزکیہ ہے، تزکیے کا حاصل ایمان و یقین ہے اور ایمان کا حاصل توفیق عمل ہے۔

☆ ...... جنت کا حصول آسان ہے کیونکہ یہ فطرت کا راستہ ہے اور جہنم کا راستہ مشکل ہے کیونکہ بُرائی کرنا ہزار مشکلات کو دعوت دینا ہے۔

☆ ...... ہر نیک کام صرف نفس پر دشواری ہے کیونکہ یہ خواہشات نفس کے خلاف ہوتا ہے۔

☆ ...... سارے نیک بھی ایک معیار کے نہیں ہوتے اور سارے بدکار بھی ایک درجے کے نہیں ہوتے۔

☆ ...... انسان کو یہ یقین نصیب ہو جائے کہ میری ہر حرکت کو اللہ کریم دیکھ رہا ہے تو اس کی ساری زندگی سنور جاتی ہے۔

☆ ...... قرآن حکیم پڑھنے کا ثواب یہ ہے کہ اللہ سے ہمکلامی نصیب ہوتی ہے، اس کے مفاہیم دل میں اُتر کر زندگی میں بہتر تبدیلی کا باعث بنتے ہیں اور کردار سدھرنا شروع ہو جاتا ہے۔

☆ ...... تمام گمراہ فرقے آیات قرآن اور احادیث مبارکہ کے مفہوم کو بدل کر پیش کرتے ہیں اور اس پر دین کی جو عمارت کھڑی کرتے ہیں وہ دین سے دور اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے مختلف ہوتی ہے۔

انٹرویو امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ

عبدالمجید ساجد: دو مئی کو روزنامہ ''جنگ'' میں شائع ہونیوالا امیر المکرم مدظلہ کا انٹرویو قارئین المرشد کے استفادہ کے لئے پیش خدمت ہے (ادارہ)

معذرت کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ شاید ہی کوئی بندہ ایسا ملے جو دین کا کام بھی کرتا ہو اور روزی بھی کماتا ہو لوگوں نے دین ہی کو ذریعہ روزگار بنالیا ہے۔

سودی نظام چند سرمایہ داروں کی ضرورت ہے

ملک میں سیاست ہورہی ہوتی تو ہم بھی حصہ لیتے یہاں سیاست نہیں بزنس ہورہا ہے

سوال۔ ہمارے معاشرے میں تصوف کے مروجہ طریقوں میں بہت سی خرافات بھی پیدا ہوگئی ہیں انہیں کیسے دور کیا جائے نیز یہ بھی بتائیں کہ اصل تصوف کو کیسے اجاگر کیا جائے؟

جواب۔ مسئلہ یہ ہے کہ تصوف میں اتنا خلط ملط ہوگیا ہے کہ اب لوگ اس نام سے ہی خوف کھاتے ہیں۔ تصوف کی اصل یہ ہے کہ اللہ کے نبیؐ نے جو احکامات دیے ہیں ان پر عمل کیا جائے۔ آپؐ ایک عمل کا راستہ بتاتے ہیں اور اس کے ساتھ ایک کیفیت ہوتی ہے یعنی انبیائے کرام کا جو ارشاد ہوتا ہے وہ کسی فلاسفر' ادیب یا شاعر کا قول نہیں ہوتا کہ آپ نے شعر سنا' سر دھنا اور چلے گئے نبی میں ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ جو ارشاد فرماتا ہے اس پر ایمان لانے والوں کو خاص کیفیات نصیب ہوتی ہیں اور اس کا جی چاہتا ہے کہ ان ارشادات کو اپنانے کا۔ حضور اکرمؐ کو مکہ مکرمہ میں تیرہ سالوں میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن پھر بھی جو آپ کو مانتا تھا اس کو دنیا کا کوئی ظالم اس پر عمل کرنے سے روک نہیں سکتا تھا ایک خاص کیفیت دل میں آجاتی ہے۔ یہ جو کیفیت دلوں میں آتی ہے اس کو اصطلاحاً آپ برکات نبوت کہہ لیں۔ جو کچھ نبی کریمؐ نے فرمایا وہ ساری تعلیمات نبویؐ ہیں۔ یہی کیفیت ایک عام آدمی کو ایک صحابی کے درجے پر فائز کردیتی ہے اور صحابیؓ کی عظمت کو کوئی بھی ولی اللہ نہیں پہنچ سکتا۔ امانت میں دیانت میں' عمل میں' قرب الٰہی میں' عشق رسولؐ میں اور تمام اعلیٰ اوصاف میں وہ بندہ اس مقام پر پہنچ گیا۔ ظاہری بات ہے کہ اس مقام پر پہنچنے کے لئے کسی نے کوئی چلہ کشی نہیں کی' کوئی زائد محنت نہیں کی بلکہ وہ تو نگاہ کا سودا تھا' ایمان لایا اور نبی کریمؐ کی نگاہ نصیب ہوئی تو صحابی بن گیا' ایک چیز سینہ اطہرؐ سے منتقل ہوگئی اس کے سینے میں ایسی کیفیت بن گئی کہ اب وہ جان تو دے سکتا ہے مگر حضور اکرمؐ کے ارشادات پر عمل کرنے سے باز نہیں آسکتا۔ نبی اکرمؐ کی مجلس میں مرد' خواتین' پڑھے لکھے' ان پڑھ' گڈریئے' چرواہے' بزرگ اور نوعمر بھی آئے تو جسے بھی صحبت عالی نصیب ہوئی وہ صحابی بن گیا۔ یعنی شرف صحابیت میں سارے آگئے۔

اب اس کے اندر مدارج ہیں کہ کس نے کتنا پایا لیکن صحابی تو سب ہو گئے۔ صحابہ کرامؓ جب تک دنیا میں رہے تو ایک طبقہ جو کسی بھی صحابی سے ملتا وہ تابعی کہلاتا۔ تابعین کا طبقہ بھی پوری امت میں ممتاز ہے تابعین کے بعد تبع تابعین آئے۔ یہ تین طبقے امت کے بہترین لوگ تھے عہد نبوت میں آپؐ ہی جامع ہستی تھے۔ مفسر بھی، محدث بھی، فقیہ بھی سب کچھ آپؐ کی ذات میں تھا بعد میں علوم تقسیم ہو گئے کسی نے حدیث میں خدمت انجام دی، کسی نے تفسیر میں، کسی نے فقہ میں۔ تبع تابعین کے بعد یہ شعبہ بھی تقسیم ہو گیا۔ ہر بندے میں وہ قوت نہ رہی کہ وہ برکات اس سے منعکس ہو کر اگلے کے دل کو اسی طرح منور کر دیتیں چنانچہ اس میں پھر اس شعبے کے کچھ لوگ جو اہل علم، اہل رائے تھے انہوں نے ان سے استفادہ کر کے وہ کیفیات حاصل کیں اور آگے آنے والوں کو وہ کیفیات بانٹیں تو یہاں سے تصوف کا بھی ایک الگ راستہ بن گیا اس کے لئے الگ سے محنت کرنا پڑی۔ آپ نے اکثر پڑھا یا سنا ہو گا کہ فلاں آدمی فارغ التحصیل ہو کر فلاں صوفی بزرگ کے پاس اتنے سال اس کی صحبت میں رہے اور وہاں سے اجازت حاصل کر کے فیلڈ میں دین کا کام کرنے لگے۔

جہاں تک تصوف میں بعض غلط رسومات کا تعلق ہے تو ظاہری بات ہے کہ جو چیز جتنی قیمتی ہوتی ہے اس کی نقل بھی بازار میں آ جاتی ہے۔ تصوف بہت قیمتی چیز تھی اس لئے اس کی نقل بھی بن گئی اس میں موروثیت آ گئی حق تو یہ ہے کہ جو بندہ اہل تھا اس کی جانشینی کسی ایسے شاگرد کو ملتی جو اس کام کا اہل ہوتا مگر ایسا نہ ہوا بلکہ باپ کی جگہ بیٹے نے لے لی چاہے اس نے ساری زندگی کسی دینی مدرسے کا منہ تک نہ دیکھا ہو۔ انہوں نے مختلف غلط رسومات رائج کر دیں، عرس کروانا شروع کر دیئے، بھنگڑے اور ناچ گانے شروع کر دیئے، شیرینی دے جاؤ تم چلے جاؤ تمہارا کام ہو گیا اس طرح یہ ایک کاروبار بن گیا۔ بڑی معذرت کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ شاید ہی کوئی بندہ ایسا ملے جو دین کا کام بھی کرتا ہو اور روزی بھی کماتا ہو۔ لوگوں نے اسے ہی ذریعہ روزگار بنا لیا اور جب کوئی چیز پروفیشن یا بزنس بن جائے تو اس کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔

سوال۔ ذکر کی اہمیت پر کچھ روشنی ڈالیں

جواب۔ ذکر الٰہی وہ بنیادی ضرورت ہے جس کی تلقین قرآن مجید میں کہیں بالواسطہ اور کہیں بلا واسطہ ۸۰۰ بار آئی ہے فرمایا ''نماز کو قائم کرو کہ میری یاد باقی رہے''۔ آپ جہاد میں مصروف ہیں، جنگ ہو رہی ہے تو فرمایا ''جم کر لڑو لیکن ذکر کثرت سے کرتے رہو'' اسی طرح جمعہ کی نماز کی اذان ہوتی ہے کہ اللہ کی نماز کی طرف دوڑو، کاروبار چھوڑ دو یعنی دوڑو ذکر اللہ کی طرف اور جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا ''اپنی روزی تلاش کرو'' لیکن ذکر کو مت بھولو۔ کام کاج کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو۔ دراصل اللہ تعالیٰ کی یاد ساری عبادات کا بھی حاصل ہے۔ بندے اور رب کا تعلق یہ ہے کہ بندہ اللہ کو یاد کرتا رہے کیونکہ اللہ خالق ہے ہم مخلوق ہیں تو خالق اور مخلوق میں کیا نسبت ہو سکتی ہے سوائے اس کے کہ مخلوق خالق کو یاد کرے اور پھر قرآن کریم نے بتایا ہے کہ ''دنیا میں کوئی وجود ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز سے ذکر رہ جائے وہ برباد ہو جاتی ہے۔ دریا سے رہ جائے سوکھ جاتا ہے پہاڑ سے رہ جائے خشک ہو جاتا ہے، سبزے درختوں سے رہ جائے تو ہریالی رک جاتی ہے، انسان کا دل ذکر چھوڑ کر اپنی اصل انسانیت پر آباد نہیں رہ سکتا۔ قرآن نے کہا ہے کہ پھر یہ چوپایوں کی طرح ہو جاتا ہے بلکہ ان سے گیا گزرا ہوتا ہے لہٰذا ذکر الٰہی بنیاد ہے لیکن یہ بھی

سیکھنا پڑتا ہے کوئی صاحب حال ہو تو وہ ذکر کرائے تو پھر وہ کیفیات دل میں آ جاتی ہیں جو آدمی محسوس کرے۔

سوال۔ پاکستان کو اسلامی فلاحی مملکت بنانے کے لئے یا اس میں نفاذ اسلام کے لئے آپ کیا طریقہ تجویز کرتے ہیں جو ہمارے ملک اور عوام کے لئے ممکن ہو؟

جواب۔ پہلی بات یہ ہے کہ اسلامی نظام کی اتنی خوفناک اور ڈراؤنی شکل بنا دی گئی ہے کہ عام آدمی سمجھتا ہے کہ اسلام نافذ ہوگا تو میری کھال ادھیڑ دی جائے گی' درے مارے جائیں گے' ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے اور لٹکا دیئے جائیں گے حالانکہ اسلام سب سے زیادہ انسان کو آرام دینے والا مذہب ہے اس کی جان و مال' عزت و آبرو کا محافظ ہے اور پاکستان میں تو یہ ہو چکا ہے۔ 73ء کا آئین تمام مکاتب فکر نے متفقہ طور پر بنایا اور یہ تقریباً اسلام کے عین مطابق ہے اس میں یہاں تک درج ہے کہ اگر کوئی قانون اسلام کے خلاف ہے تو اسے اسلامائز کیا جائے گا اور آئندہ اسمبلی ایسا قانون نہیں بنائے گی جو خلاف اسلام ہو۔ اب اگر ہمارے ارباب اقتدار نہ کرنا چاہیں تو الگ بات ہے۔

سوال۔ اسلامی نظام سیاست کے بارے میں کچھ بتائیں۔

جواب۔ میں نے عرض کیا کہ اسلامی نظام سیاست تو 73ء کے آئین میں بنا لیا گیا ہے اب اس پر عملدرآمد کا مسئلہ ہے ہمارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ جو قانون بنائے جاتے ہیں وہ نافذ نہیں کئے جاتے۔ امریکہ میں بل کلنٹن وکیل کے سامنے پانچ گھنٹے بیٹھ سکتا ہے عرب میں ایک شہزادے سے بھی قتل ہوا' اسے خون بہا دینے یا قتل ہو جانے کا حکم ہوا لیکن اس کی سفارش کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ ہمارے ہاں مصیبت یہ ہے کہ قانون تو ہے مگر اس کا نفاذ نہیں ہے۔

سوال۔ آپ اپنی تنظیم کو سیاست کرنے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں؟

جواب۔ سیاست تو ہے ہی نہیں' بزنس ہے۔ سیاست ہوتی تو ہم حصہ لیتے۔ سیاست کرنے کے باعث کونسا انصاف ملا' کونسا تعلیمی نظام بدلا' کونسا معاشی نظام بدلا' کہاں بیروزگاری ختم ہوئی' پنجاب' سرحد' بلوچستان اور سندھ میں کیا فرق پڑا۔ صدر مشرف نے اعلان کیا تھا کہ ہم نظام کو بدلیں گے ہم نے گزارش کی تھی کہ پاکستان میں مختلف تجربے کئے جاتے رہے ہیں تو کیا اسلامی نظام کا تجربہ نہیں کیا جا سکتا۔ بجائے اس کے کہ آپ کوئی ترکی کا یا مغرب کا تجربہ کریں' بہتر یہ ہے کہ اسلامی نظام کا تجربہ کریں۔ اس پر حکومت نے ایک کمیٹی تشکیل دی اور ہم نے معاشی اصلاحات کی سب سے پہلے بات کی۔ سود کو ملک کے اندر ختم کریں اس وقت یہ طے ہوا کہ ہم معیشت کو اسلامائز کریں گے۔ اب انہوں نے سود کا نام منافع رکھ دیا ہے۔

اسلام نے ابتدا ہی سے معیشت کو بنیاد بنایا ہے کیونکہ یہ انسان کا فطری تقاضا ہے نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگوں میں اخوت کرائی اور سب کو کام پر لگا دیا یعنی حضور اکرمؐ نے یہ تعلیم دی کہ وہ اپنی معیشت میں آزاد ہیں پھر ہم کیوں ورلڈ بینک کے سودی نظام کے قیدی بنے ہوئے ہیں۔ ہمارے رائج معاشی نظام میں تقسیم درست نہیں ہے' جو کمزور ہے وہ اپنے حصے سے بھی رہ جاتا ہے اور جو طاقتور ہے وہ زیادہ چھین لیتا ہے۔ اگر ہم اپنی معیشت درست کر لیں تو ہم کیوں مانگ کر کھائیں۔ اس لئے میں نے معاشی اصلاحات کے لئے بہت زیادہ فوکس کیا ہے۔ میں نے بینکاروں اور حکومتی نمائندوں سے یہ سوال کیا کہ آپ مجھے پاکستان بننے سے لے کر آج تک جتنے بنک نے قرضے معاف کئے ہیں بتائیں اور جتنا سود کمایا وہ

بتائیں' سود تو اس کا سوواں حصہ بھی نہیں بنتا جتنا قرضہ معاف کر دیا اس کا مطلب یہ ہے کہ بنک اپنے پراجیکٹس سے کما رہا ہے سود سے نہیں۔ صرف سود پر ہوتے تو جتنے قرضے معاف کر دیئے ہیں بنک آج دیوالیہ ہو چکے ہوتے اس کا مطلب یہ ہے کہ سودی نظام ہماری نہیں بلکہ چند سرمایہ داروں کی ضرورت ہے۔

سوال۔ غزوۃ الہند کے بارے میں آپ نے کافی بیان فرمایا ہے کیا یہ قریب آنے والا ہے؟ میں تو 90ء سے بتا رہا ہوں آپ حالات دیکھ لیں دنیا میں کم از کم سولہ سترہ تہذیبیں ہمیں پڑھائی جاتی ہیں مثلاً رومن' چائنا' منگولیا وغیرہ کی الگ الگ تہذیبیں تھیں مگر اس وقت دیکھا جائے تو صرف دو تہذیبیں رہ گئی ہیں ایک مغربی اور دوسری اسلامی۔ دیگر جتنی بھی غیر مسلم تہذیبیں تھیں وہ مغربی تہذیب میں مدغم ہوتی چلی گئیں جو مسلمان ہوئیں وہ اسلامی تہذیب میں مدغم ہو گئیں یہ افغانستان پر حملہ تہذیبوں کا ٹکراؤ تھا پاکستان جیسا بھی ہے پوری دنیا پر دینی علوم پاکستان میں ہیں۔ سب سے زیادہ Practising Muslim پاکستان میں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رکاوٹ یہاں آکر بنے گی اب پاکستان کے ایک طرف ہندو تہذیب ہے اور دوسری طرف مغرب سے بھی غیر اسلامی یلغار آرہی ہے جس کا مطلب ہے کہ ہم میدان جنگ میں ہیں اور یہ صرف پاکستان میں نہیں ہوگا کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جو ارشاد فرمایا ہے اس میں ''ہند'' کی بات ہے۔ اور الہند کا مطلب برصغیر تک پھیلے گا۔ اسلام اپنے دفاع کے لئے میدان میں ہوگا اور غیر اسلامی تہذیبیں اسے ختم کرنے کے لئے میدان میں ہوں گی میرا خیال ہے کہ افغانستان' عراق' ایران اور الجزائر سارے اکٹھے ہو جائیں گے کہ الگ الگ مرنے سے اکٹھے مرنا بہتر ہوگا۔ جب یہ قومیں مسلمانوں یا اسلام کا نام مٹانے کے لئے اکٹھی ہوں گی تو ظاہر ہے مسلمان بھی اکٹھے ہوں گے اور یہی غزوۃ الہند ہوگا اور انشاء اللہ کامیابی مسلمانوں کی ہوگی اور یہی غزوۃ الہند ہوگا اور انشاء اللہ کامیابی مسلمانوں کی ہوگی اور پھر سے روئے زمین پر اسلام کا غلبہ ہوگا اور الہند اسلامی ریاست بنے گا۔

سوال۔ پاکستان میں بدامنی پھیل رہی ہے' خودکش حملے ہو رہے ہیں اور اس کا زیادہ تر الزام اسلامی قوتوں پر لگایا جا رہا ہے۔

جواب۔ میں اس کے حق میں نہیں ہوں میری رائے ہے کہ کوئی بھی مسلمان اتنا ظلم نہیں کر سکتا۔ میرے خیال میں ہماری ایجنسیوں نے کام چھوڑ رکھا ہے وہ ساری توجہ حکمرانوں کو سکیورٹی فراہم کرنے پر لگا رہی ہے بعض افراد بیروزگار لوگوں کو ورغلا کر ان سے خودکش حملے کروا رہے ہیں۔ غیر ملکی ایجنسیاں یہ کام کروا رہی ہیں۔ پھر یہ کہ آج تک کسی کے خلاف تحقیقات نہیں ہوئیں' کسی کو پھانسی نہیں ہوئی۔

سوال۔ کیا اسلامی سزائیں نافذ ہو سکتی ہیں؟

جواب۔ بالکل ہو سکتی ہیں آپ نے سعودی عرب میں کوئی ہاتھ کٹا دیکھا ہے۔ یہ اسلامی سزاؤں کی برکت ہے وہاں چوری نہ ہونے کے برابر ہے اللہ کے گھر مجھے پانچ چھ دفعہ جانے کی سعادت حاصل ہوئی ہے وہاں دکانوں پر جال ڈال کر دکاندار نماز پڑھنے چلے جاتے ہیں اور کوئی دکان میں نہیں گھستا۔

سوال۔ اصلاح معاشرہ کے لئے کیا تجویز کرتے ہیں؟

جواب۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کو دین کی اہمیت بتائی جائے پھر نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے۔

پرہیز علاج سے بہتر ہے

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ' ضلع چکوال 04-05-2008

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیم٥

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیم٥

ہر کام کرنے کا ایک سلیقہ ہے جس میں کچھ ایسے ضروری امور ہوتے ہیں جنہیں اختیار کرنا ہوتا ہے اور کچھ امور ایسے ہیں جن سے اجتناب کرنا ضروری ہوتا ہے' جیسے ہر علاج میں دوا بھی ہوتی ہے اور پرہیز بھی اور حکماء کا قول ہے کہ پرہیز علاج سے بہتر ہے اور زیادہ ضروری ہے طریق تصوف اور سلاسل کے طریق میں یہی اصول اپنانا لازم ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم او کما قال رسول اللہ ﷺ کہ بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر اس سے جڑا ہوا اور پھر اس سے جڑا ہوا سو یہ تین زمانے یعنی حضور ﷺ کا زمانہ' تابعین کا دور اور تبع تابعین کا دور یہ تین عہد وہ ہیں جنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خیر القرون کا نام دیا ہے یعنی یہ تین زمانے تمام زمانوں سے بہتر ہیں۔ خیر القرون سے تا قیام قیامت حضور اکرم ﷺ کی نبوت جاری رہے گی آپ ﷺ کی تعلیمات بھی جاری رہیں گی اور برکات بھی رہیں گی یہ الگ بات ہے کہ حاملین برکات تھوڑے لوگ ہوں گے اور جب کوئی حامل برکات نبوی ﷺ نہیں رہے گا قیامت قائم ہو جائے گی اور حاملین برکات اللہ اللہ کرنے والے ایسے لوگ ہیں جو اس نعمت کو سنبھالنے کے لئے بہت مجاہدہ کرتے ہیں ہم نے ایسے لوگوں کے بارے سنا پڑھا ہے کہ انہوں نے کس قدر سخت مجاہدے کر کے اس عظیم نعمت کو سنبھالا ساری عمر شادی نہ کی خاندان سے الگ ہو گئے۔ حضرتؒ کے ذریعے ایسے لوگوں کے برزخ کے احوال بھی دیکھے مثلاً حضرتؒ ساتھیوں کو برزخ کا کلام اور مشاہدہ کروایا کرتے تھے اور گاؤں سے باہر ایک حویلی کے اندر ایک کچی قبر تھی وہاں لے جاتے اور اہل برزخ سے بات کرنے کا باقاعدہ اسلوب سکھاتے تھے' میں نے ایک دن حضرتؒ سے اُن کے بارے پوچھا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ شخص تلہ گنگ کے کسی علاقے کا رہنے والا ہے اپنے زمانے میں دہلی تک پیدل سفر کر کے تصوف سیکھنے کے لئے کسی شیخ کے پاس حاضر ہوا تقریباً پندرہ یا اٹھارہ برس وہاں گزار کر واپس جانے کی اجازت طلب کی تو شیخ نے فرمایا اگر گھر واپس جاؤ گے تو خاندان' رشتہ داریاں اور دیگر امور زندگی میں الجھ جاؤ گے اس لئے جانے کی اجازت تو ہے لیکن اپنے علاقے میں واپس نہ جانا تو یہ پھر دہلی سے واپس آ کر اپنے علاقے میں نہیں گئے اور یہیں عمر بسر کر کے یہیں فوت ہو گئے اور یہیں دفن ہیں۔ اپنے علاقے میں واپس نہ جانے کی وجہ امور دنیا میں الجھنے کے باعث اور لوگوں کے رویوں کے باعث قلب و باطن کی یکسوئی کھو جانے کا خدشہ ہے اور یہ اس نعمت کی حفاظت کے لئے ضروری ہے بخاری شریف میں اسی موضوع پر ایک واقعہ ملتا ہے کہ ایک شخص نے ساری عمر قتل و غارت میں بسر کر دی لیکن اُسے یہ کام دکھ دیتا تھا جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اسے اس دکھ نے اتنا ستایا کہ اس نے توبہ کرنے کا عزم کر لیا کسی عالم کے پاس جا کر اپنا حال سنا کر پوچھا کہ کیا اس کے لئے بھی توبہ کا کوئی راستہ ہے؟ انہوں نے

اسے بُرا بھلا کہہ کر فرمایا ننانوے آدمی قتل کر کے اب تمہیں توبہ کی سوجھی ہے؟ تو وہ شخص اتنا خفا ہوا کہ اس نے اُن عالم صاحب کو بھی قتل کر دیا لیکن اس کے دل کی خلش ویسی ہی رہی پھر کسی اور بزرگ کی تلاش میں نکلا اور ایک اللہ کے بندے کے پاس پہنچا انہوں نے کہا انسان کے گناہ کتنے بھی جمع ہو جائیں اللہ کی بخشش کو تو عاجز نہیں کر سکتے اسکی بخشش وسیع تر ہے تم توبہ ضرور کرو لیکن کچھ دن یہاں رہو اللہ اللہ کرو کچھ دن دین سیکھا تعلیمات و برکات دونوں میں سے حصہ پایا اور پھر واپس جانے کی اجازت چاہی اللہ کے بندے اور اس کے استاد نے فرمایا چلے جاؤ لیکن وطن واپس نہ جانا اس لئے کہ اسی ماحول میں جاؤ گے تو وہ ماحول تمہیں دوبارہ بُرائی کی طرف لے جانے کی کوشش کرے گا کیونکہ ماحول انسان کو بدکار بنا دیتا ہے جس ماحول میں تم تھے اس ماحول نے تمہیں قتل و غارت پر مجبور کر دیا تم نے اپنے دفاع کے لئے جواباً قتل کرنا شروع کر دیا لہذا پھر ایسے لوگوں میں مت جاؤ بلکہ ایک بستی کا پتہ بتایا کہ وہاں چلے جاؤ وہ نیک لوگوں کی بستی ہے وہ شخص نیکوں کی بستی کی طرف چل پڑا' اثنائے راہ میں زندگی کی مہلت ختم ہو گئی موت کے وقت دوزخ کے فرشتے اسے اپنے ساتھ لے جانے پر مصر تھے اور جنت کے فرشتے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے کہ یہ توبہ کر چکا ہے دل کو روشن کروا کر آ رہا تھا کہ وقت ختم ہو گیا لہذا یہ مسئلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوا کہ اسے کس طرف کے فرشتے لیکر جائیں گے اللہ کریم نے فرمایا چونکہ یہ نیکوں کی بستی کی طرف چل پڑا ہے لہذا زمین کی پیائش کرلو اگر بدکاروں کے قریب ہے تو دوزخ والے لے جائیں اگر نیکوں کے قریب ہے تو جنت والے لے جائیں۔ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں فرشتوں کو پیائش کا حکم دے کر زمین کو حکم دیا کہ نیکوں کی طرف سے سمٹ جا اور دوسری طرف بڑھ جا کہ یہ میری رحمت کی تلاش میں نکل پڑا تھا یوں وہ رحمت الٰہی کو پا گیا۔

اہل اللہ اس طرح کے واقعات سے یہ دلیل حاصل کرتے ہیں کہ جب لوگوں کو اللہ اللہ سکھائی جائے تو انہیں سخت پرہیز بھی کروائے جائیں یہ نہ ہو کہ جو کچھ وہ حاصل کریں وہ ساتھ ساتھ ضائع کرتے جائیں اور پھر ویسے ہی ہو جائیں جیسے تھے۔ پرہیز یہی ہے کہ جہاں بُرائی کا تذکرہ ہو فحاشی ہو وہاں نہ جائیں ایسے ماحول سے اتفاقاً گزرنا پڑے تو متانت و وقار کے ساتھ گزر جائیں۔

ہمیں جب حضرتؒ نے شاگردی میں قبول کیا تب اس طرح کی پابندیاں ہم پر بھی تھیں۔ بازاری اشیاء خواہ حلال ہی ہوں کھانے سے منع فرماتے تھے کہ پاکی اور ناپاکی کا خیال رکھے بغیر تیار کی جاتی ہیں دوسرا مفلوک الحال لوگوں کی حسرت زدہ نگاہوں کے پڑنے سے وہ کھانے کے قابل نہیں رہتیں۔ شروع شروع میں ہمیں تاکید تھی کہ نماز باجماعت مسجد میں پڑھنا تو بے حد ضروری ہے لیکن صرف فرض پڑھ کر واپس آ جاؤ اور سنتیں و نوافل گھر آ کر پڑھو اگر مسجد میں ہی پڑھنا ہے تو پھر نمازیوں سے ہٹ کر ذرا فاصلے پر پڑھو ورنہ لطائف اور ان پر کی جانے والی محنت ضائع ہو سکتی ہے۔ یعنی اس طرح کا پرہیز اُن لوگوں سے بھی کروایا جاتا تھا جو نمازی تھے ذاکر نہیں تھے تو پھر بے نماز یا بدکار کی سنگت سے کیا ہوتا ہوگا۔ اس کے باوجود اس نعمت کو اس طرح عام کرنے کی یہ سعادت حضرتؒ کے حصے میں آئی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ حالانکہ ہر عہد میں اس کام کے لئے صرف چند بندے منتخب کئے گئے۔ جنہیں تنہائی میں رکھا گیا خاندانوں سے الگ کر دیا گیا۔ شادیاں کرنے کی اجازت نہ دی گئی کہ یہ ساری چیزیں اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہیں وہ مشاہیر جن کے تذکرے پڑھے جاتے ہیں سید علی ہجویریؒ حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ یہاں کے رہنے والے حضرات نہیں تھے کہاں کہاں سے آئے اور کیوں آئے؟ بنیادی وجہ یہی ہوتی ہے کہ برکات و کیفیات نازک چیزیں ہیں انکی سخت حفاظت

کی ضرورت ہوتی ہے اسی لئے مشائخ اپنے ماحول سے دور بھیج دیا کرتے تھیں کہ بندہ اپنے ماحول سے جان نہیں چھڑا سکتا کہیں رشتہ داری کہیں دوستی، دشمنی، لین دین رہتا ہے اور یہ چیزیں بندے کو اپنی طرف زیادہ متوجہ کر لیتی ہیں اور کیفیات کی طرف متوجہ کم ہو جاتی ہے اس لئے نئی جگہوں پر جانے سے انسان یوں بچ جاتا ہے کہ وہاں سے وہ رشتے نہیں ہوتے اور ایسی مجبوریاں نہیں ہوتیں۔

اس دور میں نسبت اویسیہ جیسی عظیم قوت کو حضرتؒ کے ذریعے عام کر کے اللہ کریم نے سلسلے کو وہ قوت اور برکت عطا کی ہے کہ اس سلسلے کے لوگ مجلس میں بیٹھ کر بھی اکیلے ہوتے ہیں اور اکیلے بیٹھ کر بھی مجلس میں ہوتے ہیں اور یہ کمال برکات نبوی ﷺ کا ہے یہ کمال شیخ کا ہے جو ان برکات کا امین ہے یہ کمال میرا اور آپ کا نہیں ہے۔

یوں تو پوری اُمت میں اللہ کے بے شمار مقرب بندے ہیں حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ کی کثیر جماعت ہے صحابہؓ میں بھی عابد وزاہد، عالم وفقیہہ اور مجاہدین اسلام کی کثیر تعداد ہے اور ہر شعبہ زندگی میں بہترین کام کرنے والے صحابہ کرام کثرت سے ہیں لیکن خلفائے اربعہ، خلفائے راشدین چار ایسی ہستیاں ہیں جو منفرد ہیں جو اپنے مقام ومنصب میں ایسی ممتاز ہیں کہ پانچواں اُن کا کوئی ہمسر نہیں اسی طرح قیامت تک اُمت میں چار صاحب منصب لوگ ایسے ہوں گے جو خلفائے اربعہ کی طرز پر ہوں گے۔ اگر اللہ چشم بصیرت وا کر دے اور مشاہدہ نصیب ہو تو مسجد نبوی کی مجلس میں خلفائے راشدین جلوہ افروز ہوتے ہیں اُن کے پیچھے چار سیٹیں اور ہوتی ہیں جن پر خیر القرون کے بعد سے قیامت تک آنیوالے لوگوں میں سے چار ایسے منتخب افراد ہوں گے جو ان کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے کوئی پانچواں اُن کا ہمسر نہیں ہوگا حضرتؒ اُن چار میں سے ایک تھے۔ سلسلہ عالیہ میں برکات وانوارات کا یہ سیلاب جس میں ہر چھوٹا بڑا خواتین وحضرات سب ذکر کی بات کر رہے ہیں یہ کمال نہ میرا ہے نہ آپ کا یہ قوت پاور ہاؤس سے آ رہی ہے جو اس ہستی کے ذریعے آ رہی ہے جو برکات وانوارات وفیوضات نبوی ﷺ کا امین ہے وہ اُن چار عظیم ہستیوں میں سے ایک ہے اُن چار میں ایک حضرتؒ ہیں جن کے ذریعے برکات نبوی سیلاب کی طرح ہر ایک کو نیکی کے راستے پر بہانے چلی جا رہی ہیں۔ یہ باتیں بتائی نہیں جاتیں اور یہ بتانے والے لوگ بھی نہیں ملتے یہ اس دور پر اللہ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے بڑھتی ہوئی بُرائی کے طوفان کی برکات نبوی کی قوت کے ذریعے پیش بندی فرمائی ہے۔ خیر القرون کے بعد سے آج پندرھویں صدی گزر رہی ہے دنیا کی عمر نجانے کب تک ہے تب تک یہ اُمت چلے گی اور اس پوری اُمت میں خلفائے اربعہ کی تعداد پر یہ چار منتخب افراد اُن کے پیچھے تشریف فرما رہیں گے الحمد للہ میں ان چاروں کو جانتا ہوں آپ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ان کے نام جانیں۔ آپ کے لئے صرف یہ جاننا ضروری ہے کہ حضرتؒ ان چار ہستیوں میں سے ایک ہیں اُن کے ذریعے بٹنے والی قوت ہے جو آپ کو اللہ اللہ پر لگائے ہوئے ہے آپ جس دامن سے وابستہ ہیں خواہی نخواہی آپ کو ایک طاقت ملتی رہتی ہے ایک شخص اگر ایک نالے میں تیراکی کرے تو اسے زیادہ محنت کرنا پڑتی ہے اور دریا میں آ جائے تو از خود تیرنا پڑتا ہے اسے لہریں سہارا دیتی ہوئی ترا کر کنارے پر لے جاتی ہیں سلسلہ عالیہ فیوضات نبوی ﷺ کا ایک بہت بڑا سمندر ہے جس کی وجہ سے ہم اس زمانے میں اس دور میں صوفی ہیں ہم نے وہ مجاہدے نہیں کیئے نہ وہ پابندیاں برداشت کی ہیں جو بڑے بڑے اہل اللہ نے برداشت کی ہیں پہلے دور کے مشائخ نے لوگوں کو حجروں میں بند رکھا کم کھانے کم سونے اور لوگوں سے کم ملنے کی پابندیاں کروائیں کڑے مجاہدے میں کئی کئی سال لگوائے اور ایک بزرگ کے شاگردوں کا تو یہ حال تھا کہ دو دو سال ایک ایک لطیفے پر لگوائے اور

چودہ سال تو صرف لطائف پر لگ جاتے تھے اور لوگوں کی عمریں سلوک سیکھنے میں بسر ہو جاتی تھیں اور یوں جنہیں فنا بقاء نصیب ہوتا وہ سمجھتے کہ سلوک پورا کر لیا اور اس سلسلے میں ایک ہم ہیں کہ بیوی بچوں میں رہتے ہیں اپنا کاروبار کرتے ہیں لوگوں سے ملتے ملاتے ہیں دوستیاں دشمنیاں کرتے ہیں اور بات ہوتی ہے تو کوئی عرشوں کی بات کرتا ہے کوئی عالم امر کی۔ یہ سب کچھ آج کے لوگوں کو کیسے حاصل ہو گیا۔ پچھلے ادوار کے لوگ احدیت' معیت' اقربیت پر عمریں بسر کر گئے لاکھوں ارواح مقدسہ بڑے بڑے لوگ لطائف لئے بیٹھے ہیں بہت نامور اور مانی ہوئی بڑی ہستیاں کوئی فنافی الرسول ہے تو کوئی فنا بقاء کہیں کہیں کوئی سالک المجذوبی پر ہے تو پھر اس دور میں مراقبات کا یہ عالم کیسے ممکن ہوا ؟ یہ اللہ کی شان ربوبیت ہے وہ ہر دور کی ضرورت کو جانتا ہے اور اسے پورا کرنے پر قادر ہے یہ شان رسالت ہے کہ دور نبویؐ نے تا قیامت چلنا ہے برکات نبویؐ نے ہر دور میں کام کرنا ہے اور یہ کمال ہے ان اللہ کے چنے ہوئے بندوں کا جنہیں اللہ نے برکات نبوی ﷺ کو تقسیم کرنے کا ذمہ دار بنایا ہے اس میں ہم میں سے کسی کا کمال نہیں۔

اس سب کے باوجود نہ ہم نے اس درجے کا پرہیز کیا ہے نہ اس درجے کی احتیاط کی ہے ہمیں یہ سب کچھ اہل اللہ کے دامن سے وابستہ ہونے سے ملا ہے۔ یہ وابستگی ہی بہت بڑا مقام ہے یہ وابستگی بجائے خود بہت بڑا انعام ہے یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم کسی کے دامن سے چمٹے ہوئے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو کچھ مجھے نصیب ہے آپ کو نصیب ہے بہت ہے یا تھوڑا ہے اس میں ہماری کاوش کا دخل نہیں یہ اللہ کی عطا اور شیخ کی توجہ کا ثمر ہے اس وابستگی کے باوجود پرہیز تو صحابہ کرامؓ کو بھی بتایا گیا اور قرآن حکیم میں وہ پرہیز لکھے موجود ہیں اللہ کریم فرماتے ہیں والذین لا یشھدون الزور کہ میرے بندے وہ ہیں جو بے ہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے۔ الزور کیا ہے؟ گانے بجانے کی محفلیں لغو ڈرامے اخلاق سے عاری محافل اور خرافات سے پُر اجتماعات۔ جن میں وقت کا ضیاع اور شریعت کی نافرمانی ہو۔ شریعت میں تفریح منع نہیں ہے شریعت میں ایسی تفریح کی اجازت ہے بلکہ مومن کی ضرورت ہے جس میں صحت کے منافی امور نہ ہوں تضیع اوقات نہ ہو جن میں جسمانی' ذہنی اور علمی اعتبار سے بندہ سیکھے' ہنسے مل بیٹھے۔ ایسے پاکیزہ طریقوں کو جو سنت کے مطابق ہوں انہیں اختیار کرتے ہوئے مل بیٹھنا خوش ہونا انسان کی ضرورت ہے اور اسکی شریعت میں اجازت ہے لیکن اخلاق سے عاری تفریحات جن میں وقت اور دولت کا ضیاع ہو وہ جرم ہے اور اس سے وہ توجہ الی اللہ جو نیک محفل سے نصیب ہوئی ذکر اذکار سے نصیب ہوئی اسکے ضائع ہونے کا سبب ہے اس لئے اللہ نے یہ پرہیز بتایا ہے کہ میرے بندے بیہودہ مشغلوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر اتفاقاً ایسی جگہوں سے گزرنا پڑے تو متانت اور سنجیدگی کیساتھ گزر جاتے ہیں اپنی توجہ کو اپنے ذہن وقلب کو اپنے بس میں رکھتے ہیں یوں گزر جاتے ہیں جیسے کچھ بھی نہیں ہو رہا۔ یہ محافل انکے لئے نہایت غیر اہم ہوتی ہیں اور انکی توجہ انکے اپنے بس میں رہتی ہے۔

اگلی بات یہ فرمائی کہ وہ اتنے مخلص اور اتنے ہوشیار ہوتے ہیں کہ جب انہیں اللہ کے احکام اللہ کی آیات کے حوالے سے کچھ بتایا جائے تو اندھے بہرے کی طرح اس پر لپک نہیں پڑتے۔ یہ ایک ایسی اہم بات ہے جس کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں اس لئے کہ اس پر ہمیں کوئی متوجہ نہیں کرتا۔ وہ یہ بات ہے کہ اللہ کی آیات تو خود نصیحت ہیں ان کو فوراً بلا تحقیق قبول کرنا ہی ایمان ہے تو پھر جب اللہ کی آیات سنائی جائیں تو ان پر کس تحقیق کی ضرورت ہے جس کی طرف قرآن حکیم رہنمائی کر رہا ہے اللہ کریم فرماتے ہیں کہ میرے بندے وہ ہیں کہ انہیں جب میری آیات کا حوالہ دیا جائے تو وہ اندھے بہرے

ہو کر نہیں لپکتے بلکہ تحقیق کرتے ہیں کہ جو آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ بتائی جا رہی ہیں ان کا جو مفہوم پیش کیا جا رہا ہے کیا اس کا یہی مفہوم صحابہ کرامؓ نے سمجھا تھا اور ایسا ہی عمل صحابہ کرامؓ نے کیا تھا اللہ کے بندے اس مفہوم کو اس عمل کو سنت نبوی ﷺ تعامل صحابہؓ کے ساتھ جوڑ کر دیکھتے ہیں اسی معیار پر جانچتے ہیں اور پھر اپناتے ہیں۔

یہ اس لئے ضروری ہے کہ تمام گمراہ فرقے آیات قرآن اور احادیث مبارکہ کے مفہوم کو بدل کر پیش کرتے ہیں اور حوالے آیات قرآن اور احادیث مبارکہ کے دیتے ہیں پڑھتے قرآن کی آیت ہیں ترجمہ اپنی مرضی سے کرتے ہیں اس پر جو دین کی عمارت کھڑی کرتے ہیں وہ دین سے دور اور آپ ﷺ کے طریقے سے مختلف ہوتی ہے۔ مثلاً ذکر ذات نبوت ﷺ عین دین ہے جس صلوٰۃ میں درود شریف نہ پڑھا جائے وہ صلوٰۃ مکمل نہیں ہوتی جن کا ذکر اذان کے ساتھ بلند ہوتا ہے جنکی رسالت کی شہادت مسلمان ہونے کے لئے لازمی ہے جن پر درود و سلام کا حکم قرآن میں آچکا ہے اُن کے تذکرے کی محفل کی بات ہی کیا ہے؟ لیکن جس طرح آج مسلمان جشن ولادت مناتے ہیں چندے لیتے ہیں کیا حضور ﷺ کے زمانے میں ایسے ہوتا تھا؟ ذکر رسول ﷺ سے تو کوئی مقام خالی نہیں اور کس کافر کو ذکر رسول ﷺ سے انکار ہے۔ آپ ﷺ کا ذکر تو ہر نماز کی التحیات پڑھتے ہوئے ہے قرآن حکیم کی ابتداء میں صراط الذین انعمت علیہم میں جہاں انعام یافتہ لوگوں کا ذکر ہے تو حضور ﷺ انعام یافتہ لوگوں کے سربراہ ہیں تو ذکر خیر سے تو کوئی جگہ خالی نہیں۔ بات ذکر رسول ﷺ کی نہیں بات اس طریقے کی ہے کہ اللہ کے بندے یہ تحقیق کرتے ہیں کہ کیا حضور ﷺ نے یہ سکھایا تھا اور کیا صحابہ کرامؓ اس طرح کیا کرتے تھے اور صحابہ کرامؓ اس طرح خوش ہوتے تھے کہ کسی بھی نعتیہ محفل میں حضور ﷺ جلوہ افروز ہیں کیا حضور ﷺ کے زمانے میں نعت پڑھنے کا یہی انداز تھا؟ اگر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صحابہ کرامؓ نے میلاد النبیؐ منائی جلوس نکالے نعتیں گائیں تو پھر بتانے والے ارشادات نبوی ﷺ کا غلط ترجمہ اور غلط مفہوم بتا رہے ہیں غلط معنی اور غلط مفہوم اخذ کر رہے ہیں اللہ اپنے بندوں کی یہ نشانی بتاتے ہیں کہ وہ اندھے اور بہرے ہو کر احکام الٰہی کے نام پر احکام الٰہی کی غلط تاویلیں قبول نہیں کرتے بلکہ سنت نبوی ﷺ اور صحابہؓ کے عمل کو معیار بنا کر اس پر اس تعبیر کو اس مفہوم کو پرکھتے ہیں۔

اگر آج اس ایک بات کی پابندی کر لی جائے تو اُمت میں کوئی اختلاف باقی نہ رہے گا سب گمراہیوں سے جان چھوٹ جائے گی اسی بات کی پابندی نہ کر کے پچھلے ساٹھ سالوں میں اسلام کے نام پر کوئی ووٹ لیتا ہے کوئی اقتدار لیتا ہے۔ تاریخ سامنے ہیں ساٹھ سال میں پاکستان میں دو معاملے ایسے تھے جن پر بہت لوگوں نے حکومت حاصل کی ایک کشمیر دوسرا اسلام۔ ہم سب کے سامنے ہے کہ انہی صاحب اقتدار لوگوں کے ہاتھوں کشمیر کا کیا بنا اور اسلام کتنا نافذ ہوا۔

اللہ کریم اپنے بندوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اندھے بہرے بن کر دین کے نام پر وہ مت مانو جسے اللہ کے نبی ﷺ کے معیار کے خلاف پاؤ۔ ان باتوں کو مت قبول کرو اس لئے کہ قیامت کو یہ عذر قبول نہیں کیا جائے گا کہ ہم نے اس بندے کی بات اس لئے مان لی کہ یہ تیرا نام لیکر قرآن کی آیت پڑھ کر ہمیں ان کاموں کے کرنے کی ترغیب دیتا تھا اور ہم اسکے پیچھے چلتے رہے اللہ کریم فرماتے ہیں کیا میں نے تمہیں ہوش و حواس نہیں دیے تھے آنکھیں عقل سوچ شعور نہیں دیا تھا کیا میں نے معیار حق اپنے رسول ﷺ کے طریقے کو نہیں بنایا تھا؟ تو معیار صرف اللہ کے رسول ﷺ ہیں آپ ﷺ نے اپنے سامنے اپنے صحابہؓ سے قرآن پر عمل کروایا انکی تربیت فرمائی ان کے اعمال پر اپنی مہر تصدیق ثبت فرمائی۔ لہٰذا احکام الٰہی کی وہی تاویلیں تفسیریں درست

ہیں جو سنت نبوی ﷺ اور عمل صحابہؓ کے مطابق ہیں

اللہ کریم فرماتے ہیں میرے یہ بندے مجھ سے یہ دعا کرتے رہتے ہیں

ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ العین واجعلنا للمتقین اماماo

اے اللہ ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا یعنی اپنے گھر والوں کی تربیت کی کوشش کیساتھ انکے لئے دعا بھی کرتے رہتے ہیں۔

اولئک یجزون الغرفتہ بما صبروا ویلقون فیھا تحیتہ وسلماo

یہ وہ لوگ ہیں جو سلامتی کے ساتھ ان محلات میں فروکش ہونگے جو اللہ نے اُن کے لئے بنا رکھے ہیں۔ جہاں انہیں سلامتی اور سلام کے ہی تحفے ملیں گے وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔

یاد رکھنے کی باتیں ہیں کہ جہاں صلوۃ والسلام ہے جہاں ذکر اذکار کی محنت ہے جہاں صحبت شیخ ہے جہاں تربیت کے مرحلے ہیں جہاں اس کے لئے محنت ومجاہدہ ہے وہاں یہ تمام پرہیز بھی ضروری ہیں۔ پہلے زمانے میں یہ پرہیز حکماً کروائی جاتی تھی۔ اس دور میں حضرتؒ کے طفیل ہمیں یہ حکماً نہیں کروائی جاتی لیکن اس قدر اور بے پناہ قوت برکات تقسیم کی جاتی ہیں کہ وصول کرنے والا لازماً ان چیزوں سے پرہیز کرتا ہے ہمیں عظمت شیخ کے طفیل یہ آزادی نصیب ہے کہ اہل وعیال میں خاندان برداری میں رہتے ہوئے کاروبار کی مشغولیت کے باوجود ہمیں برکات نبوی ﷺ نصیب ہیں لیکن ہمیں ان برکات کی حفاظت کے لئے ان پرہیزوں کا خیال کرنا ضروری ہے جو قرآن حکیم نے فرمائی ہیں۔

اللہ کریم ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے اپنی یاد میں زندہ رکھے نیک لوگوں کے ساتھ زندہ رکھے اپنے نیک بندوں کے ساتھ موت دے اور نیک بندوں کے ساتھ حشر میں کھڑا کرے۔ آمین

..............☆☆☆..............

غزل

مہرو وفا کا بزم میں فُقدان دکھائی دے
اپنی غرض میں ہر کوئی غلطاں دکھائی دے

صحرائے عشق میں ابھی مجنوں نہیں کوئی
لیکن وہ راہِ دوست نمایاں دکھائی دے

ارض وسما میں ہر جگہ کامل کا ہے کمال
ذرے میں مجھ کو مہر درخشاں دکھائی دے

وہ کیف دید دوست ' زباں سے ہو کیا بیاں
وہ سوز دے کہ دل بھی غزل خواں دکھائی دے

اہل فرنگ تفرقہ کیا ڈال کر گئے
اب تک بھی اتحاد کا فقدان دکھائی دے

شفاف قلب' صیقل اللہ ہُو سے ہو
اس آئینے میں جلوہ جاناں دکھائی دے

شہرِ وفا کا اب کہیں ملتا نہیں سراغ
نفرت کا ہر جگہ یہاں ایوان دکھائی دے

تدریس عشق کا ترا مکتب الگ ہے فضل
رنگ سخن الگ بھی نمایاں دکھائی دے

☆.............میجر (ر) فضل حسین فضل مرحوم

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 26-10-2007

الحمدللّٰہ رب العٰلمین o

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وَّالہٖ

واصحابہٖ اجمعین o

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیم o

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیم o

افمن اتبع رضوان اللّٰہ.............................

لفی ضللٍ مبین o (آل عمران آیات 162 تا 164)

اللھُم سبحنک لا علملناَ الا ما علمتنا

اِنکَ انت العلیمُ الحکیم

مَولایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبداً

عَلٰی حَبِیبکَ مَنْ زانت بِہٖ الْعُصُروا

ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ اصولی بات ہے کہ جو لوگ اللہ جل شانہٗ کی رضا کے لئے کام کرتے رہے اور زندگی کو رضائے باری میں صرف کرتے رہے اور دوسرے جنہوں نے اللہ کی ناراضگی مول لی اور اللہ اور اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی میں زندگی بسر کر گئے وہ ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔

ہمارے ہاں اللہ کے نیک بندوں کے بارے ایک افسانوی سا تصور بنا دیا گیا ہے کہ اچھے اور نیک لوگ وہ ہیں جو کسی سے نہیں ملتے نہ دنیا کا کام کاج کرتے ہیں بس جنگلوں میں رہتے ہیں حالانکہ نیکی صرف اسلام میں ہے اور اسلام ایک نصاب حیات ہے انبیاء علیہم السلام نے اور خود سرور دو عالم ﷺ نے زندگی کے ہر کام میں حصہ لیا ہے اور زندگی کے تمام شعبوں میں مزدوری سے حکمرانی تک ہر معاملے میں حضور ﷺ کے نقوشِ کف پا تمام انسانوں کی رہنمائی کے لئے موجود ہیں تو اسلام کا مفہوم یہ ہے کہ زندگی کے سارے کام کمانے، خرچ کرنے، معاملات، لوگوں سے تعلقات ذات سے لیکر خاندان تک خاندان سے لیکر محلے اور شہر تک قومی اور پھر بین الاقوامی سطح تک جہاں جس کا جو رول ہے وہ اسے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق ادا کرے۔

فرمایا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص نے پوری زندگی مجاہدہ کیا، محنت کی، اتباع رسالت پناہی میں زندگی صرف کی اور دوسرا شیطانی راستوں پر چلا اور اسی میں زندگی گنوا دی تو اب یہ دونوں برابر تو نہیں ہو سکتے۔ اصل میں راستے تو دو ہی ہیں اللہ کا راستہ اور شیطان کا راستہ اور عجیب بات ہے جہنم کا حصول آسان بات نہیں اور جنت کا حصول آسان ہے۔ جنت کا حصول فطرت کا راستہ ہے آسان ہے جہنم کا راستہ اس لئے مشکل ہے کہ برائی کرنا ہزار مشکلات کو دعوت دینا ہے۔ ہر نیک کام صرف نفس پر دشواری ہے کیونکہ یہ خواہشات نفس کے خلاف ہوتا ہے ورنہ عملی زندگی میں نیکی کرنا آسان ہے۔ جو لوگ کفر کر کے حرام کھا کر یا قتل وغارت گری اور بُرائی کر کے اور دوسروں کے حقوق غصب کر کے جہنم جانے کی کوشش کرتے ہیں انکی اس پر بڑی محنت لگتی ہے جن لوگوں نے اللہ کی نافرمانی کر کے اسکی

ناراضگی مول لی اور اسی میں عمریں ضائع کر دیں تو ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بہت بُری جگہ اور بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ ھم درجت عنداللہ. نیک وبد سب کے اپنے اپنے درجات ہیں۔ سارے نیک بھی ایک معیار کے نہیں ہوتے سارے بدکار بھی ایک درجے کے نہیں ہوتے۔ واللہ بصیر بما یعملون اللہ ذاتی طور پر ہر ایک کے عمل کو جانتا ہے دیکھتا ہے جس درجے کی کسی کی نیکی ہے اسی درجے کے اس کے مقامات ہیں اور جس درجے کی کسی کی نافرمانی ہے اسی درجے کے اس کے مقامات ہیں اور اللہ سے کسی کی کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ انسان کو یہ یقین نصیب ہو جائے کہ میری ہر حرکت کو اللہ کریم دیکھ رہا ہے تو اسکی ساری زندگی سنور جائے گی۔

ساری کائنات پر اللہ کے احسانات ہیں ساری کائنات کو عدم سے وجود بخشا اس کی بقاء اور اسے قائم رکھنا اس میں مختلف خصوصیات رکھنا اسی کے احسانات ہیں اور عالم انسانیت پر تو اس کے بے پناہ احسانات ہیں کہ ساری مخلوق کو اس کی خدمت پہ لگا دیا اور اسے اشرف المخلوقات قرار دیا اور اسے وہ شعور دیا کہ وہ عظمت الٰہی کو جان سکے اور اللہ کی ذات کو پہچان کر اللہ سے محبت کرے اور اللہ کی اطاعت کرے۔ یہ سب احسانات تو ساری انسانیت پر ہیں لیکن جنہیں نور ایمان نصیب ہوتا ہے ان پر اپنا بہت بڑا اور بہترین احسان فرمایا جو احسان عظیم ہے کہ فرمایا لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً اس کا بہت بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے مومنین میں اپنے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا ایک ایسی ہستی کو مبعوث فرمایا جو سراپا رحمت اور ساری کائنات کے لئے رحمت ہے کافر یا منکر تو اپنے انکار کی وجہ سے محروم ہے لیکن جسے نور ایمان نصیب ہوا اس پر تو یہ اتنا بڑا احسان ہے کہ جس کی نظیر نہیں ملتی اور پھر فرمایا من انفسھم انہی میں سے رسول بنا کر مبعوث فرمایا یہ اس کا بے حد کرم ہے اگر وہ کسی فرشتے کو رسول بنا کر مبعوث کرتا تو فرشتے کو کون دیکھتا کون انکی بات سن سکتا اور کون ان سے برکات حاصل کرتا تو اللہ نے یہ احسان فرمایا کہ کائنات میں سب سے عظیم ہستی کو انسانوں میں پیدا فرمایا۔ مومنین پر اللہ کا کرم ہے کہ اللہ کا رسول بھی انہی میں سے ہے اولاد آدم میں سے ہے لیکن خیر البشر ﷺ۔ بشریت میں سے وہ ہستی ہیں جیسا کوئی دوسرا بشر ہو نہیں سکتا اسی بات پر بحث چل نکلتی ہے کہ حضور ﷺ نور ہیں بشر ہیں؟ اور اس پر ہم تقسیم در تقسیم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ نور ہیں تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ حضور ﷺ اولاد آدم میں سے نہیں ہیں معاذ اللہ بلکہ اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کی ذات میں انوارات وبرکات الٰہی کے وہ خزانے ہیں کہ آپ ﷺ ساری کائنات میں روشنی کا سبب ہیں ساری کائنات کی رہنمائی کا سبب ہیں دل کی روشنی کا سبب ہیں اللہ کی معرفت اور اسکی پہچان کا سبب ہیں اللہ کریم کا بنایا ہوا وہ نور ہیں کہ کائنات اس نور کے سبب سے روشن ہے لیکن آپ ﷺ کی ذات عالم انسانیت میں سے ہے، اور حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے ہیں اور اللہ کا تخلیق کردہ وہ نور ہیں کہ جس کی کوئی مثل اور مثال نہیں اور بشر بھی ایسے ہیں کہ کوئی دوسرا ان جیسا نہیں۔ حضور ﷺ خیر البشر ہیں بشریت میں وہ ہستی ہیں کہ جن کے جیسا کوئی دوسرا بشر ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے بشریت پیغمبر ﷺ کا انکار بھی نبوت کا انکار ہے یعنی اگر کوئی یہ کہے کہ حضور ﷺ بشر نہیں ہیں تو پھر اس نے نبوت کا انکار کر دیا کہ کیونکہ نبوت تو صرف اولاد آدم کو بشریت کو اور انسان کو ملی ہے اور اگر کوئی کہے کہ حضور ﷺ کی تخلیق ہی نور سے ہے تو پھر یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ ایک نور اللہ کا ذاتی نور ہے اور اللہ کی ذات وصفات میں کوئی شریک نہیں دوسرا وہ نور ہے جو مخلوق ہے اللہ کی تخلیق ہے اللہ نے اسے پیدا کیا ہے تو یہ بات اس

طرح ماننا درست ہے کہ حضورﷺ کی بشریت اس قدر روشن اتنی منور اتنی لطیف ہے کہ تمام تخلیقات سے بلند ترین ہے اور آپؐ کی بلندی و نعمتوں کے بارے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہ معاملہ ہے بے حد نازک ہے اور بات بین بین ہے۔

اسی طرح اگر کوئی کہے کہ حضورﷺ اس طرح نور ہیں جس طرح فرشتے نور ہیں تو فرشتے تو حضورﷺ کے خادم ہیں اور فرشتوں کے سردار جبرئیلؑ شب معراج سدرۃ المنتہیٰ پر جا کر رک گئے اور اجازت چاہی کہ اس سے آگے میں ایک قدم بھی بڑھایا تو میرے پر جل جائیں گے یہی میری حد ہے آگے آپ تشریف لے جائیں سو فرشتہ جو نوری مخلوق ہے وہ تو راستے میں رہ گیا اور حضور اپنی بشریت کے ساتھ وجود اطہر کے ساتھ آگے جہاں تک اللہ نے چاہا تشریف لے گئے اور وہ تجلیات جنہیں وہ نوری مخلوق برداشت نہ کر سکی نبی کریمﷺ ان تجلیات کو وجود عالی میں لئے جہاں تک اللہ نے چاہا تشریف لے گئے قرآن حکیم میں آپﷺ کی بشریت کی عظمت یوں بیان ہوئی ہے ماذاغ البصر وما طغیٰ (النجم آیت ۱۷) آپؐ نے جب تجلیات باری دیکھیں تو آپؐ کی نگاہ نہ بھٹکی نہ حد سے بڑھی یعنی جس طرح مشاہدہ ہونا چاہیے تھا ویسا ہی مشاہدہ حضورﷺ نے فرمایا تو جو لوگ حضورﷺ کی بشریت کا انکار کرتے ہیں وہ شاید یہ سوچتے ہیں کہ وہ بھی بشر ہیں اور حضورﷺ بھی بشر ہیں اس لئے احتراماً کہتے ہیں کہ حضورﷺ بشر نہیں اپنے آپ پر بشریت کو قیاس کر کے لوگ حضورﷺ کی بشریت کا انکار کرتے ہیں۔ ایسا کرنیوالے بھول جاتے ہیں کہ حضورؐ خیر البشر ہیں۔

ہمارا تو حال یہ ہے کہ ہمیں خود کو بشر ثابت کرنا مشکل ہو جاتا ہے ہمارے وجود تو شاید انسانی ہیں ہمارا کردار' نظریات وعقائد اور اعمال ہمیں انسان ثابت کرتے بھی ہیں یا نہیں ....! برزخ میں بندے کی روحانی شکل اس کے عقائد واعمال کے مطابق ہوتی ہے احادیث مبارکہ میں برزخ کے احوال کثرت سے مذکور ہیں اہل اللہ نے اپنی تصانیف میں انہیں اکٹھا کیا ہے حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے جنت اور دوزخ کے احوال ایک جگہ اکٹھے فرمایا دیئے ہیں مطالعہ کریں تو وہ فرماتے ہیں کہ اگر مرنے کے بعد کسی روح کی شکل انسانی رہے تو یہ اس کے خوش بخت ہونے کی دلیل ہے اسے اللہ کی بے شمار نعمتیں نصیب ہیں دنیا میں تو ہر شخص کی شکل انسانی ہے لیکن اس کے اندر موجود روح کے باعث روحانی شکل بندے کے عقائد، کردار اور اعمال کے حساب سے بدلتی رہتی ہے۔ کردار کے ساتھ اگر عقائد بگڑ جائیں تو اس کی شکل مسخ ہو جاتی ہے عموماً جس جانور جیسی عادتیں بندے میں پائی جائیں اس جانور جیسی اس کی روحانی شکل ہوتی ہے اگر بندے کے عقائد بگڑ جائیں تو اسکی شکل مسخ ہو جاتی ہے حرام جانوروں کی شکل ہو جاتی ہے خنزیر' کتے' سانپ' اژدھے' گیدڑ کی طرح ہوتی ہے اور جس کی شکل حلال جانور پر ہو تو اسکی روح کی شکل گائے بیل اونٹ پر ہوتی ہے اس کا مطلب ہے یہ بندہ صاحب نجات ہے یعنی صاحب ایمان ہے لیکن کردار میں ایسی کمیاں اور کوتاہیاں رہ گئیں کہ جن کے باعث انسانی شکل قائم نہ رکھ سکا اور اگر کسی کی شکل انسانی ہو تو وہ ایمان کیساتھ کردار بھی شریعت کے مطابق لیکر دنیا سے گیا ہوگا۔ انسان ہونا بڑی عظمت کی دلیل ہے۔ ایسے لوگ جن کی نجات ہو گئی لیکن کردار کے باعث انسانی چہرہ برقرار نہیں رکھ سکے بلکہ حلال جانوروں کی شکل میں نظر آتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ جس کا چہرہ انسانی ہے' تو انسان ہونا خود اتنی بڑی عظمت ہے کہ ایسا شخص برزخ میں بڑا آدمی ہوگا۔ اس طرح ہم اپنے کردار کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ ہم کس طرح کے انسان ہیں پتہ نہیں ہم بشر بھی ہیں یا نہیں۔ ان لوگوں کے کردار کو دیکھئے جو راستہ چلتے لوگوں کو

قتل کر رہے ہیں غارت گری مچا رکھی ہے کیا اُن کے اندر انسان ہے؟ شاید ان کے اندر کوئی بھیڑیا ہے جو انسانوں کا خون بہانا چاہتا ہے۔ اُن کے اوپر انسانی مٹی چڑھی ہوئی ہے ان کے اندر انسان باقی نہیں رہا۔ جو لوگوں کو سانپ کی طرح ڈستے ہیں ہر ایک کا نقصان کرتے ہیں ان کی شکل اژدھوں جیسی بن جاتی ہے ہر اس بندے کا چہرہ مسخ ہو جائے گا جسے عذاب ہوگا اور عموماً اس جانور کی شکل پر ہوگا جس کی عادات اس میں پائی جائیں گی اور کسی ایسے شخص کو عذاب نہیں دیا جائے گا جس کا چہرہ انسانی ہوگا کہ یہ چہرہ انبیاءؑ کا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے تو فرمایا اللہ کا مومنین پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہی کی جنس سے عالم انسانیت سے حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا اور اپنی رحمت کو یوں عام فرما دیا کہ جب بھی انسان توبہ کر کے خلوص دل سے حضور ﷺ کے در اقدس پر آ جائے بھرپور استفادہ کر سکتا ہے اس احسان کی تفصیل ارشاد فرمائی کہ میرے نبی ﷺ نے مومنین کو اللہ کی باتیں سنائیں یتلوا علیھم ایتہٖ اُن پر اللہ کی آیات تلاوت فرمائیں اور ایک عام مسلمان کو بھی اللہ سے ہمکلام کر دیا بندہ نماز میں کھڑا ہو کر ساری دنیا سے کٹ کر صرف اللہ سے گفتگو کر سکتا ہے اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا نمازی کے سامنے سے نہ گزرو کہ وہ اپنے رب سے سرگوشیاں کر رہا ہے۔ وہ اپنا درد دل اپنے پروردگار سے کہہ رہا ہے وہ اپنی گزارشات اپنے رب العالمین کی بارگاہ میں پیش کر رہا ہے اس لئے تم درمیان میں مت آؤ۔ ایک حدیث مبارک کا مفہوم ہے کہ کسی کے دل میں یہ آرزو پیدا ہو کہ وہ رب العالمین سے باتیں کرے تو اسے چاہیے کہ وہ قرآن پڑھے ''فلیقر القرآن'' ہم قرآن پڑھتے ہیں تو ہمارا انداز یہ ہوتا ہے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے یہ تمام لوگوں کے لئے ہے اس میں کچھ آیات کفار کے لئے ہیں کچھ صحابہ کرامؓ کے لئے کچھ اولیاء اللہ کے لئے اور ہمارے لئے اس میں کیا ہے؟ ہمارے لئے ثواب ہے ہم تلاوت کریں گے تو ہمیں ثواب ہوگا ثواب تو یقیناً ہوگا کہ قرآن کو دیکھنا بھی ثواب ہے اسے چھونا بھی باعث ثواب ہے لیکن قرآن پڑھنے کا ثواب یہ ہے کہ اس کو اللہ سے ہمکلامی نصیب ہوتی ہے اسکے مفاہیم دل میں اترتے ہیں اور زندگی میں بہتر تبدیلی کا باعث بنتے ہیں کردار سدھرنا شروع ہو جاتا ہے قرآن حکیم کو اس طرح پڑھنا چاہیے کہ گویا یہ اللہ کریم کا میرے نام خط ہے جس طرح کسی کو اس کے والد، بھائی یا دوست کا خط آتا ہے اگر وہ پڑھا لکھا ہے تو خود پڑھتا ہے کہ دیکھوں میرے لئے اس میں کیا لکھا ہے اگر پڑھا لکھا نہ ہو تو کسی سے پڑھواتا ہے کہ بتاؤ اس میں کیا بات کہی گئی ہے وہ نہ خود اس لئے پڑھتا ہے کہ اس کے پڑھنے سے ثواب ہوگا نہ کسی سے ثواب کے لئے پڑھواتا ہے وہ تو یہ جاننا چاہتا ہے کہ خط میں کیا ہے، مجھ سے کیا پوچھا ہے، مجھے کیا کرنے کو کہا ہے، بالکل یہی صورتحال تلاوت قرآن کی ہے قرآن حکیم ہر بندۂ مومن کے پاس اللہ کریم کا خط ہے۔ یہ سب کے لئے ہے یہ ہمارے لئے ہے ہمیں کفر کرنے سے روک رہا ہے یہ بتا رہا ہے کہ اگر کفر کرو گے تو یہ سزائیں ہیں اور نیکی کی ترغیب دلاتا ہے بتاتا ہے کہ نیکی آسان ہے یہ تمہاری فطرت میں ہے۔ نیکی کر کے خوش رہو گے بُرائی کر کے خوش نہیں رہو گے یہ پڑھنے والے کو زندگی کے اسلوب بتاتا ہے اس طرح سے قرآن پڑھنے کا سلیقہ حضور ﷺ نے سکھایا یہی آپ ﷺ کا فریضہ ہے جسے قرآن کریم نے یتلوا علیھم ایتہٖ فرمایا ہے۔ اس طریقے سے پڑھا جائے تو پڑھنے کا مزہ بھی آتا ہے تلاوت آیات کی عظمت کی سعادت نصیب ہوتی ہے اللہ سے ہمکلامی کا شرف عطا ہوتا ہے اس کے مفاہیم بھی دل میں اُترتے چلے جاتے ہیں اور زندگی کو بدلنے کا سبب بنتے ہیں۔

یہ کمال حضور ﷺ کا ہے کہ

"کردیا ہم سخن بندوں کو خدا سے تو نے"

اللہ کی کتاب اس طرح پڑھائی کہ عام بندہ بھی جسے کوئی گھر میں اہمیت دینے کو تیار نہیں محلے معاشرے میں جس کی بات کوئی نہیں سنتا وہ جب چاہے اللہ کی کتاب کھول لے اور اللہ سے باتیں کرے۔ اللہ کریم نے اپنے نبی ﷺ کے طفیل اپنے بندوں کو کتنی عظمت عطا فرمائی اور اسی پر بس نہیں پھر فرمایا ویزکیھم میرا نبی ﷺ اُن کا تزکیہ فرما دیتا ہے یعنی قبل اسلام کی ساٹھ ستر یا زیادہ کی زندگی جو کفر میں گزری اس ساری زندگی کے سارے گناہ لا الہ الا للہ محمد رسول اللہ ﷺ پڑھنے اور قبول کرنے سے دھل گئے وہ پاک صاف ہو گیا اس کا تزکیہ ہو گیا یہ کیسی عجیب بات ہے کہ کافر اگر دائرہ اسلام میں آتا ہے تو اس کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور ہم جو نسلاً مسلمان ہیں چودہ صدیوں سے مسلمان باپ دادا کے ہاں پیدا ہوئے ہیں ہماری مسلمانی ایسی ہے کہ ہم جھوٹ بھی بولتے ہیں، حرام بھی کھاتے ہیں، چوری بھی کرتے ہیں، قتل بھی کرتے ہیں۔ایسا کردار کسی ایسے شخص کا تو نہیں ہو سکتا جس کا تزکیہ ہو چکا ہو۔تزکیہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ اللہ کا بندہ بن جاتا ہے اس کی زندگی اطاعت الٰہی کا مظہر بن جاتی ہے لیکن ہم چودہ صدیوں سے کلمہ پڑھتے چلے آرہے ہیں کوئی ہمارے سامنے موت کا نام لے تو پسینہ آجاتا ہے کیوں؟ اس لئے کہ تزکیہ ہوتا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے۔ یہ بات قرآن بتا رہا ہے کہ اللہ کا نبی ﷺ تلاوت فرماتا ہے اللہ نے کتاب دی اور اللہ کے رسول ﷺ کے ذریعے مخلوق الٰہی تک پہنچی مومنین تک پہنچی لیکن کوئی ایک گواہ نہیں ہے جو یہ کہے کہ جب وحی نازل ہو رہی تھی تو اس نے بھی سنی وحی الٰہی صرف اللہ کے رسول ﷺ نے سنی۔ سارا کلام الٰہی اکیلے محمد رسول اللہ ﷺ نے سنا آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کلام الٰہی ہے یہ قرآن ہے اس آیت کو یہاں لکھو اور اس آیت کو دوسری جگہ لکھو اس طرح حضور ﷺ کے ذریعے ہی قرآن حکیم انسانوں کو ملا اور حضور ﷺ کے ساتھ تعلق کے باعث ہی قرآن فہمی نصیب ہوتی ہے تزکیہ کون کرتا ہے قرآن کریم بتاتا ہے کہ یہ کام نبی کریم ﷺ کا ہے لیکن تزکیہ کیلئے تعلق بالرسول ضروری ہے اگر حضور ﷺ سے تعلق نہ ہو تو تزکیہ نہیں ہوتا تعلق کی بنیاد اعتماد اور یقین پر ہے آپ ﷺ کی رسالت و نبوت پر آپ ﷺ کے مراتب پر صرف زبانی قول ہی نہ ہو کہ بس کہہ دیا جائے بلکہ اس پر یقین ہو یقین کامل ہو۔ یہ یقین کامل حضور اکرم ﷺ سے ایک تعلق اور ایک ربط پیدا کر دے گا اور آپ ﷺ کے قلب اطہر کے انوارات کی بارش ہمارے قلب پر بھی پڑے گی جب تک عالم قائم ہے کوئی نئی نبوت نہیں آئے گی کتاب الٰہی بھی یہی رہے گی اسلام بھی یہی ہوگا نبوت بھی آپ ﷺ کی ہے رہے گی تو جس طرح قرآن کریم کی تلاوت کا فریضہ آیات الٰہی کو بندوں تک پہنچانے کا فریضہ آپ ﷺ ادا کرتے رہیں گے، ویسے ہی حضور ﷺ لوگوں کا تزکیہ بھی فرماتے رہیں گے۔

پھر فرمایا **ویعلمُھم الکتب والحکمتہ.** میرا نبی ﷺ انہیں اللہ کی کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت سکھاتا ہے حکمت یا دانائی کیا ہے؟ سارا ذخیرہ احادیث حکمت ہے جو کام حضور ﷺ نے کرنے کا حکم دیا جس طریقے سے کرنے کا حکم دیا یہ کتاب الٰہی کی تفسیر ہے اور یہی کتاب کی تعلیم ہے۔ لیکن قرآن کریم کی ترتیب بتا رہی ہے کہ تعلیم کتاب اور حکمت و دانائی کا علم تب نصیب ہوتا ہے جب تزکیہ ہو۔ **ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمتہ** جس طرح تعلیمات کتاب و حکمت قرآن و حدیث نسلاً بعد نسلاً ہم تک پہنچی اسی طرح برکاتِ نبوت بھی ہیں آپ ﷺ کے زمانہ میں جس نے کلمہ قبول کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں ایک لمحے کی حاضری دی اس کی نگاہ حضور ﷺ پر پڑی یا حضور ﷺ کی نگاہ عالی اس پر پڑی وہ اسی

لمحے پاک وصاف ہو گیا۔ یہ ایک نگاہ کا معاملہ تھا اُن کا ایسا تزکیہ ہوا کہ سب سے اعلیٰ مقام انہیں نصیب ہو گیا وہ صحابیؓ بن گئے اور ایک آن میں ایک لحظے میں صحابی بن گئے نبوت کے بعد سب سے اعلیٰ مقام صحابیت ہے دیانت' امانت' اخلاق' نیکی اور بھلائی کی انتہا صحابیت ہے۔ غیر نبی کے لئے سب سے اعلیٰ مقام پانے کے لئے تو ہم زمانہ ہونا شرط ہے جب حضورﷺ پردہ فرما گئے تو آپﷺ کا زمانہ پانا ممکن نہ رہا اس لئے بعد میں آنے والے صحابیؓ نہ بن سکے تو کیا بعد میں آنے والے تزکیے سے محروم رہیں گے؟ نہیں! اللہ کریم نے اس نظام کو جاری رکھا جو صحابہؓ کی خدمت میں پہنچا۔ وہ تابعی بن گیا جو تابعی کی خدمت میں پہنچا وہ تبع تابعی بن گیا۔ جس طرح اللہ نے بڑے بڑے حفاظ اور قاری پیدا فرمائے کہ آج تک قرآن کو حفظ کر کے اسکی حفاظت کی خدمت انجام دے رہے ہیں جس طرح علماء حق پیدا فرمائے جو علم کا خزانہ لئے مخلوق خدا میں بانٹتے رہتے ہیں اسی طرح ایسے بندے پیدا فرمائے اہل اللہ پیدا فرمائے جنہوں نے زندگی بھر محنتیں اور مجاہدے کر کے وصف تزکیہ حاصل کیا اور پھر اسے اللہ کی مخلوق میں بانٹتے رہے قلوب سے قلوب روشن ہوتے رہے۔ یہ نظام نبوت یہ فرائض رسالت، قیامت تک جاری رہیں گے قرآن حکیم بھی رہے گا حدیث پاک بھی رہے گی علماء ربانی بھی رہیں گے تزکیہ کا شعبہ اور ذکر اذکار کا سلسلہ بھی قائم رہے گا اور یوں دین اسلام اپنی مکمل شکل میں موجود رہے گا جب تک سورج طلوب وغروب ہوتا رہے گا یہ تمام نعمتیں قائم رہیں گی جاری وساری رہیں گی۔

تزکیے کا نتیجہ یہ تھا کہ قرآن حکیم صحابہؓ کے تزکیے کی بات کرتے ہوئے فرماتا ہے ثم تلین جلودھم وقلوبھم الیٰ ذکر اللہ کھال سے لیکر نہاں خانہ دل تک ہر ذرہ وجود ذاکر ہو گیا وجود کا ہر سیل ذکر کرنے لگ گیا۔ ایک سیل اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ ایک چھوٹی سی جگہ پر کروڑوں سیل آ جاتے ہیں تو اگر وجود کا ہر سیل ذاکر ہو جائے تو ایک آن میں وہ کتنی دفعہ اللہ کہے گا۔ کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ تزکیے کی نعمت اتنی بڑی نعمت ضائع نہیں ہوتی نہ یہ گم ہوتی ہے یہ ہمیشہ موجود رہتی ہے اور ہمیشہ قائم رہے گی یہ الگ بات ہے کہ لوگ خواہشات نفس کے اسیر ہو گئے اس کے طالب نہ رہے اس کے متلاشی نہ رہے یہ کم یاب ہو سکتی ہے نایاب نہیں کیونکہ یہ اللہ کی رحمت ہے سو فرمایا اللہ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ مومنین میں سے نوع بشر میں سے اپنے عظیم رسولﷺ کو مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت فرماتا ہے ان کا تزکیہ فرماتا ہے اور پھر انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین ٥ اور بعثت عالی سے پہلے وہ خود بھی جانتے تھے کہ وہ گمراہ تھے ضلل مبین سے مراد ہے کھلی ہوئی گمراہی۔ یعنی اپنے بے راہ رو ہونے کو وہ خود بھی جانتے تھے انہیں پتہ تھا کہ اُن کے پاس حق نہیں ہے۔ ان کے سامنے یہ حقیقت کھلی ہوئی اور عیاں تھی کہ جو رسومات انہوں نے بنا رکھی ہیں وہ حق نہیں ہے۔ یعنی اس قدر بھٹک چکے تھے کہ خود انہیں بھی یقین تھا کہ ناحق زندگی ضائع کر رہے ہیں اس حال میں میرے حبیبﷺ نے رہنمائی فرمائی۔ ایک عام آدمی جس نے دعوت حق قبول کی اُس کا تزکیہ فرما کر اُسے میری بارگاہ میں پہنچا کر میرے روبرو کھڑا کر دیا۔

..............☆☆☆☆☆..............

عبادت کا مفہوم

عبادت سے مراد یہ نہیں ہے کہ اللہ نے جو عبادات فرض کی ہیں، صرف انہیں عبادت کہا جائے۔ ظاہر ہے کہ کفار و مشرکین یا بت پرست یا دوسرے لوگ اس طرح بتوں کی عبادت نہیں کرتے جس طرح ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو پھر ان کے افعال کو کیوں عبادت کہا جاتا ہے۔ کسی ہستی کے ڈر سے کہ اس کی اطاعت نہ کی تو نقصان پہنچائے گا یا نفع کی امید پر کہ اس کی اطاعت کی تو نفع پہنچائے گا، جو اطاعت کی جاتی ہے وہ عبادت کہلاتی ہے۔ یعنی کسی سے بھی امیدیں وابستہ کر لی جائیں اور اس کی خوشنودی کے کام کئے جائیں، اس کو راضی کرنے کے لئے کچھ امور انجام دیئے جائیں یا یہ خطرہ ہو کہ اگر یہ ہستی ناراض ہوگئی تو میرا بہت نقصان ہوگا۔ اللہ کریم نے جو عبادات فرض کی ہیں، فلسفہ ان کا بھی یہی ہے کہ اللہ کی رضا مندی حاصل ہو اور اللہ کریم کے انعامات حاصل ہوں۔ اس لئے فرمایا کہ اس طرح کی اطاعت کا مستحق صرف اللہ ہے۔ اللہ کے علاوہ جتنی مخلوق ہے وہ خود محتاج ہے اور جو اپنی ضرورتوں میں محتاج ہو اس سے دوسرے حاجت براری کی امید رکھیں تو یہ فضول ہے (ماخوذ از اکرم التفاسیر)

تعاون

ناجران کاٹن یارن اینڈ پی سی یارن

شیخ ناصر، شیخ عبدالستار گلی نمبر 1 بالمقابل رحمان مارکیٹ

منٹگمری بازار فیصل آباد فون 041-2617075-2611857

صحبتِ شیخ کی عظمت

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ ضلع چکوال 27-7-2008

الحمدللہ رب العٰلمین○

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وّالہٖ

واصحابہٖ اجمعین○

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیم○

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیُم○

فاُو لٰئِک مع الذین انعم اللہُ علیھم من النبینَ

والصدیقین والشھداءِ واصلحین وحسن اولٰئِکَ

رفیقاً(النساء آیت ۶۹)

اللھم سبحنک لا علملناَ الا ما علمتنا اِنکَ

انت العلیمُ الحکیم

مَــولایَ صَــلِّ وَسَــلِّــمْ دَائِــمــاً ابــداً

عَــلٰــی حَبِیبِکَ مَــنْ زانــت بِــہٖ اُلــعُــصُــروا

انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیا میں جلوہ افروز ہو کر اللہ کریم کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچاتے ہیں اس کی ذات وصفات کے متعلق تعلیم فرماتے ہیں اسکی مرضیات کو سمجھاتے اور انہیں پانے کے طریقے تعلیم فرماتے ہیں اسکی ناراضگی کے امور کی نشاندہی کرتے اور ان سے بچنے کے طریقے ارشاد فرماتے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ زندگی کس انداز سے بسر کی جائے کہ اللہ کریم راضی ہو اور کن اعمال سے بچا جائے جو اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتے ہیں۔

اس سب کو سمجھنے اور پانے کی استعداد فطری طور پر ہر انسان کو عطا کر دی گئی ہے لیکن انبیاء سے استفادہ کرنے کا انحصار انسان کے اس فیصلے پر ہے جو وہ اللہ کے دیئے ہوئے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے اور اس استعداد کو بروئے کار لاتے ہوئے کرتا ہے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ دین زندگی کے سارے امور اور تمام پہلوؤں پر محیط ہے جب سارے پہلو اللہ کی رضا کے تابع آ جائیں تو ایسے شخص کو دیندار اور متقی کہا جاتا ہے دین یہ نہیں کہ عبادت کے وقت عبادت کر لی اور مسجد سے نکل کر ذاتی زندگی معاشرتی اور اجتماعی زندگی بے مہار گزار دی۔ عبادات دین کا بہت اہم حصہ ہیں لیکن صرف عبادات ہی دین نہیں۔ تقسیم اوقات کے اعتبار سے بھی یہی حقیقت سامنے آتی ہے مثلاً پانچ نمازوں پر کتنا وقت صرف ہوتا ہے؟ بہت زیادہ وقت بھی لگے تو چوبیس گھنٹوں میں سے شاید دو گھنٹے لگ جاتے ہوں گے باقی بائیس گھنٹے اگر دین کا حصہ نہ سمجھے جائیں تو کیا بائیس گھنٹے دین کے بغیر گزریں گے؟ اس سے ظاہر ہوا کہ دین کا بیشتر حصہ عبادات کے علاوہ ہے۔ البتہ عبادات کا اثر باقی زندگی پر اس طرح مرتب ہوتا ہے کہ عبادات سے اللہ کریم ثواب عطا کرتے ہیں اور ثواب یہ ملتا ہے کہ عملی زندگی بہتر ہونا شروع ہو جاتی ہے لیکن عموماً ثواب کا درست معنی نہیں لیا جاتا بلکہ ثواب اس اجر کو کہا جاتا ہے جو مرنے کے بعد ملے گا۔ یہ معنی درست نہیں اس کی دلیل آپ ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ ''مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دو'' تو وہ رب کریم جو انسان کو یہ حکم دے رہا ہے خود وہ بندے سے کیا اُدھار مزدوری

کروائے گا کہ مرنے کے بعد ثواب ملے گا۔نہیں یہ بات نہیں ہے بلکہ ثواب آخرت میں بھی ملے گا اور ثواب دار دنیا میں نقد بھی ملتا ہے قرآن کریم صلوۃ کا ثواب کیا بتاتا ہے ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر (العنکبوت ۴۵) صلوۃ کا ثواب یہ ہے کہ عبادت کے علاوہ جو اوقات ہیں ان میں سے بھی بُرائی اور بے حیائی کا خاتمہ ہو جاتا ہے جس طرح کپڑے صابن لگا کر دھوتے ہیں اور نچوڑنے کے بعد وہ صاف ہو جاتا ہے اسی طرح عبادات کے ذریعہ بندہ اپنے افکار و کردار مزاج و اعمال کو صاف کرتا ہے اور آیت بتاتی ہے یہی عبادت کا اجر ہے' ثواب ہے بدلہ ہیکہ انسانی زندگی سے بُرائی اور بے حیائی دونوں کو خارج کر دیتا ہے۔

بے حیائی کو آج روشن خیالی کا نام دیا گیا ہے یہی سارے جرائم کی بنیاد ہے مثلاً فحاشی اور بے راہ روی کثرت مال سے ہوتی ہے اس کیلئے دولت چاہیے پھر حلال وحرام کی پرواہ کیے بغیر دولت جمع کی جاتی ہے اور برائی پر مزید برائی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ان سب کی جڑ بے حیائی ہے' قرآن حکیم نے بنیاد ہی سے بُرائی کی جڑ کاٹ دی ہے فرمایا ان الصلوۃ تنھیٰ عن الفحشاء نماز بے حیائی سے روکتی ہے جو ہر بُرائی کی بنیاد ہے اور تمام بُرائیوں سے روک لیتی ہے یوں عبادت کی نقد مزدوری مل جاتی ہے اور اگر نہیں ملتی تو اس کا مطلب ہے عبادت میں کمی رہ گئی ہے عبادت کا حق ادا نہیں ہوا۔اگر اللہ کے حکم اور نبی کریم ﷺ کے طریقے کے مطابق ہوتی تو عبادت ہوتی۔ لہذا عبادت کے درست ہونے کی دو شرائط ہیں اول یہ کہ عبادت مقرر کرنا اللہ کا کام ہے دوئم عبادت کا طریقہ بتانا نبی کریم ﷺ کا منصب عالی ہے۔ان دو شرائط کے ساتھ کی جانے والی عبادت نتیجہ خیز ہوتی ہے عبادت میں تھوڑا وقت لگتا ہے اور بندہ جب میدان عمل میں جاتا ہے تو اللہ اسے بے حیائی اور بُرائی سے بچالیتا ہے اور اسکی عملی زندگی سنورتی چلی جاتی ہے لیکن جو عبادت عملی زندگی میں بہتری نہ لائے وہ نا مکمل ہے اس کمی کی وجہ کیا ہے؟ اسکی وجہ مکمل علم سے نا آشنائی ہے۔

علم دین تعلیمات نبوی اور برکات نبوی ﷺ سے مل کر بنتا ہے جو علم انسان کے حال میں بہتری نہ لائے وہ خبر کے درجے میں ہے بندے کے پاس معلومات کا ذخیرہ آ جاتا ہے اس کی عملی زندگی کو متاثر نہیں کرتا۔ بڑے سے بڑے فلسفی' مورخ اور مدبر کو دیکھ لیں جو دانا بھی تعلیم دیتا ہے وہ خبر ہوتی ہے میں اُسے علم نہیں مانتا۔اس لئے کہ علم وہ ہے جو انسان کی زندگی بدل دے۔علم صرف نبی علیہ السلام عطا کرتے ہیں نبیؑ صرف الفاظ ہی نہیں بتاتے انکے ساتھ کیفیات بھی ہوتی ہے نبیؑ جب بتاتے ہیں کہ اللہ واحد ولاشریک ہے تو بندے پر وہ کیفیات بھی وارد ہو جاتی ہے کہ انسان کے دل سے آواز آتی ہے کہ اللہ واحد لاشریک ہے اس کا عمل اس توحید کی گواہی دیتا ہے نبیؑ جب فرماتے ہیں کہ اللہ کو سجدہ کرو تو دل چاہتا ہے کہ پیشانی زمین پر رکھ دی جائے اس کیفیت کا اتنا اثر ہوتا ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد علماء سے لوگ انبیاء کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ان میں بھی دو طرح کے لوگ ہیں ایک علماء جن کے پاس نبی علیہ السلام کی تعلیمات ہیں وہ انہیں لوگوں کو منتقل کرتے ہیں وہ عالم تو ہیں صاحب حال نہیں وہ خبر دیتے ہیں علم نہیں لہذا لوگ ان سے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور مدرسے سے نکل کر چوری بھی کر لیتے ہیں دینی مدارس کے طلباء راتوں کو سینما گھروں میں بھی ملتے ہیں اساتذہ سے چھپ کر ایسے کام بھی کر لیتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ علماء اُن تک خبر پہنچا رہے ہیں علم منتقل نہیں کر رہے دوسرے عالم ربانی ہیں یہ قرآن کی اصطلاح ہے آل عمران آیت ۸۰ میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ربنین یعنی عالم ربانی وہ ہوگا جس کے پاس تعلیمات بھی محمد

رسول اللہ ﷺ کی ہوں گی اور جس کے قلب میں وہ کیفیات ہوں گی جو قلب اطہر رسول اللہ ﷺ سے جاری ہیں جو شخص عالم ربانی کی خدمت میں جائے گا اسکی زندگی بدلنا شروع ہو جائے گی اس کا کردار سدھرنا شروع ہو جائے گا یہ وہ اثر ہے جو فیضان نبوت و برکات نبوت سے بندے میں منتقل ہوتا ہے اور جن خوش نصیبوں نے نبی علیہ ﷺ کو روبرو پایا وہ اُمت کے اعلیٰ ترین افراد ہیں۔لیکن حضور علیہ ﷺ تو ساری انسانیت کے نبیؐ ہیں اور عالم انسانیت کو اللہ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔کائنات کے ذرے ذرے کو انسان کی خدمت پہ لگا دیا ہے بے شمار ستارے اور سیارے ہیں اور ہر ایک کی توجہ کا مرکز زمین ہے کوئی روشنی دے کر فصلیں پیدا کرنے میں معاون ہے کسی کے اثرات سے زیر زمین ذخائر جمع ہو رہے ہیں کسی کا تعلق روئیدگی سے ہے اور کسی کا تعلق آبی حیات سے ہے کہیں کھیتوں میں اناج پک رہا ہے کہیں زیر زمین دھاتیں اور معدنیات کے ذخائر ہیں اور کہیں سونا چاندی' ہیرے جواہرات' تیل اور گیس بن رہی ہیں زمین کے اوپر گھاس سے لیکر پھلدار درختوں' پھولوں' فصلوں کے ساتھ چوپایوں اور پرندوں کے بے پناہ لشکر موجود ہیں یہ سب کس لئے ہیں اللہ کریم فرماتے ہیں اے نسل انسانی یہ سب تمہارے خدمت گار ہیں یہ پورا کارخانہ حیات صرف تمہاری خدمت کے لئے ہے یہ پیدا ہی تمہارے لئے کیا گیا ہے خلق لکم (البقر ۲۹) مافی الارض جمیعاً یعنی زمین پر جاری تمام کارگر حیات اور انکی سرگرمیوں کا مقصد انسان کی خدمت ہے ساری مخلوق صرف انسان کے لئے سرگرداں ہے ہر ایک انسان کے لئے کائنات اپنے کاموں کو انجام دے رہی ہے اور اس اشرف المخلوقات کو اپنا مقصد حیات انبیاء کی خدمت میں ملتا ہے حضور علیہ ﷺ پوری انسانیت کے نبیؐ ہیں اور جو آپ علیہ ﷺ کی رسالت کو قبول کر لے وہ کہیں بھی ہو سب کو اُن کے مقصد حیات سے آشنا کر دیتے ہیں۔

انسانوں میں سب سے بلند درجہ نبوت ہے غیر نبی کبھی نبیؑ کا ثانی نہیں ہو سکتا۔ اسکی خاک پا کے برابر نہیں ہو سکتا اور غیر انبیاء میں کل انسانیت کے اعلیٰ افراد کون ہیں؟ وہ اصحاب نبیؐ ہیں اور تمام امتوں میں سے ساری انسانیت میں سے سب سے اعلیٰ اصحاب محمد رسول اللہ ﷺ ہیں یہ کیسے صحابی بن گئے؟ کیا انہوں نے زائد نمازیں پڑھیں' چلے لگائے' روزے رکھے کیا کیا؟ انہوں نے نبیؑ کو روبرو پایا' روبرو ہو کر صحبت پائی اور صحابی کے بلند ترین مقام کو پا گئے۔صحابہؓ میں بعض ایسے ہیں جو فرض نمازوں کا حکم آنے سے پہلے اپنا سفر حیات پورا کر گئے ایسے بھی ہیں جو روزے فرض ہونے سے پہلے دنیا سے اُٹھ گئے ایسے بھی ہیں جو جہاد کی اجازت ملنے سے پہلے سفر حیات پورا کر گئے' نہ انہوں نے روزہ رکھا کہ فرض نہیں تھا نہ جہاد کیا کہ ابھی حکم نہیں آیا تھا لیکن انہوں نے صحابیت حاصل کر لی وہ صحابی بن گئے اور بعض میں آنے والے نیکی و پارسائی کے کمال کو پہنچ کر بھی کسی صحابی کی گرد پا کو نہیں پا سکتے تو انہوں نے کیا کمال کیا؟ انہوں نے صحبت پائی محمد رسول اللہ ﷺ کی۔

صحابی کس چیز سے بن گئے اِک نگاہ مصطفیٰ ﷺ سے۔ایمان کیساتھ جس کی ایک نگاہ حضور ﷺ کے وجود عالی پر پڑ گئی وہ صحابی ہو گیا اس صحبت کی لذت کا اندازہ کیجئے کیا ملا صحبت نبی ﷺ سے جنت وہ جگہ ہے جس کی نعمتوں کی اللہ کریم نے خود تعریف کی ہے حضور ﷺ نے جنت کی لذتوں اور انکی فراوانی کی تعریف فرمائی ہے ایک روز بارگاہ نبوی ﷺ میں صحابہؓ بیٹھے تھے جنت ہی کی بات ہو رہی تھی ایک مفلوک الحال صحابی جنہیں دن بھر کی مزدوری کے بعد بھی شاید ایک وقت کا ہی کھانا ملتا تھا۔ پیوند لگے لباس میں ملبوس بارگاہ رسالت پناہی میں حاضر تھے بڑی بے نیازی سے کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ

مجھے جنت نہیں چاہیے نبی کریم ﷺ نے حیران ہو کر پوچھا کہ اللہ نے تو جنت کی ترغیب دلائی ہے میں جنت کی تعریف کرتا ہوں اس کے لئے دعا کرتا ہوں دعا کرنے کی تاکید کرتا ہوں اور آپ جنت نہیں جانا چاہتے اسکی وجہ کیا ہے؟ کہنے لگے حضور مزدور ہوں مشقت کرتا ہوں پھر بھی غریب وفقیر ہوں رات بھر بدن چور چور رہتا ہے صبح پھر اٹھ کر مزدوری کے لئے جانا پڑتا ہے بہت مشکل زندگی ہے پھر مدینہ منورہ کے حالات ایسے ہیں ہر دم کفار کی طرف سے خطرہ رہتا ہے لیکن اس ساری تکلیف میں ایک لذت ایسی ہے کہ جب کام سے فرصت ملے مسجد نبوی کا رخ کرتے ہیں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر رخ انور دیکھ کر ساری تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ زندگی کی نئی لہر دوڑ جاتی ہے جنت اچھی ہے بہت اچھی ہے لیکن وہاں تو آپ مقام محمود پر جلوہ افروز ہوں گے ہم غریب فقیر وہاں بھی جنت کے کسی کونے میں ہوں گے وہاں اللہ کی ہمارے پاس بہت نعمتیں ہوں گی محل، حور وقصور اعلیٰ اور انواع واقسام کے پھل، کھانے، مشروبات ہوں گے لیکن جمال مصطفوی اور لذت صحبت کہاں جو ہمیں یہاں میسر ہے جب اس طرح روبرو ہو کر ارشادات عالی سننے کا موقع وہاں نہیں ملے گا تو جنت میں جانے کا کیا مزا۔ انہوں نے اس درد اور اس سچائی سے اپنے دل کا حال بیان کیا کہ حضور ﷺ خاموش ہو گئے کس گہرائی سے یہ جملہ ادا ہوا کہ اس کا جواب بارگاہ الوہیت سے آیا فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھداء والصلحین وحسن اولٰئک رفیقاً O ایسے پر خلوص لوگوں کو جنت میں بھی انعام یافتہ لوگوں کا ساتھ نصیب ہوگا جیسے یہاں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری نصیب ہوتی ہے وہاں بھی آپ ﷺ کی محفل میں حاضری کی اجازت ہوگی۔ اللہ کے خاص بندوں انبیاء علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے سے کوئی نہیں روکے گا، صدیقین کی محفل میں حاضر ہو سکو گے راہ حق میں شہید ہونے والوں کا ساتھ عطا ہوگا اللہ کے وہ بندے جنکی جوانیاں اور عمریں عبادات الٰہی میں بسر ہو گئیں انکی صحبتیں نصیب ہوں گی رہائش گاہیں اپنی اپنی ہوں گی لطف مجلس سے کوئی منع نہ کرے گا۔

کیسے عجیب لوگ تھے جنت پہ بھی تب راضی ہوئے جب صحبت محبوب کی اجازت مل گئی۔ نبی کریم ﷺ کی صحبت میں یہ اثر تھا کہ ایک نگاہ نے بندے کو وہ عطا کر دیا جو صرف انہی کا حصہ ہے جس سے وہ صحابی بنے اور صحابی محض لفظ نہیں ہے اصطلاح ہی نہیں ہے ایک حقیقت ہے کہ انبیاء کے بعد بلند ترین مرتبے پر فائز ہستی صحابی کی ہے تمام اولیاء اللہ عزت کے مستحق ہیں ادب واحترام کے مستحق ہیں لیکن اگر اول وآخر ساری ولایت جمع کر دی جائے تو صحابیؓ کی گرد پا کو نہیں پا سکتے جہاں ساری ولایت کی انتہا ہو گئی اس سے آگے تبع تابعین کا مقام آئے گا پھر تابعین کا اور اس سے اوپر مقام صحابہ ہوگا جو برکات ایک لمحے کی صحبت، ایک نظر، ایک محفل سے حاصل ہوئی وہ برس ہا برس کے مجاہدے سے حاصل نہ ہوئی۔ کوئی شخص ساری زندگی صرف اللہ کا ذکر کرتا رہے عبادات کرتا رہے صحابی نہیں بن سکتا۔ کمی کیا ہے؟ کمی یہ ہے کہ وہ نظر میسر نہیں اس صحبت کا ایک لمحہ میسر نہیں لیکن نبی کریم ﷺ کی رسالت جاری ہے جاری رہے گی فیوضات وبرکات بھی تا قیامت جاری رہیں گی۔ اس کے طالب بھی رہیں گے ان برکات کو طالبین تک پہنچانے والے اہل اللہ بھی موجود رہیں گے جن لوگوں نے اس میدان میں قدم رکھا وہ فیوضات وبرکات سمیٹتے رہے لیکن خیر القرون کے بعد اس سنت کا احیاء کر ہر آنے والا کیفیات قلبی پائے صرف حضرتؒ کے زمانے میں ہوا لوگوں نے مجھ پر تنقید بھی کی میں نے جواب بھی دیا اب تنقید نہیں کرتے لیکن میں ہمیشہ ایک تاریخی حقیقت بیان کرتا ہوں کہ طریق نبوت کا یہ خاصہ تھا کہ جو بھی بارگاہ

رسالت پناہی میں آیا وہ صحابی ہو گیا اگرچہ صحابہ میں بھی مدارج ہیں لیکن بنیادی طور پر شرف صحابیت سے سب ہی نوازے گئے خواہ کوئی امیر تھا یا غریب بچہ یا بوڑھا مرد یا عورت مضبوط تن وتوش رکھنے والا یا کمزور زرد رو پڑھا لکھا عالم یا نہ پڑھا لکھا سب ہی صحابی بنا دیئے گئے جو بھی ایمان لاکر بارگاہ عالی میں پہنچا صحابی ہو گیا یہی سنت عہد صحابہ میں زندہ رہی ہر صاحب ایمان صحابی کی صحبت پا کر تابعی ہو گیا اور تابعین کے ہاں بھی یہی طریقہ رائج رہا جو بھی حالت ایمان میں تابعین کے پاس پہنچا تبع تابعین صف میں کھڑا ہو گیا خیر القرون کے عہد زرین کے بعد یہ سنت جاری نہ رہی بڑے بڑے اہل اللہ کے نام ملتے ہیں جن کے علمی مقام ورع وتقویٰ منازل ومناصب نہایت عالی شان ہیں ہم اُن کے جوتوں کی خاک کے برابر بھی نہیں وہ جابر سلاطین کا مقابلہ کر کے بڑی تکالیف اٹھا کر حق پر قائم رہے اور حق کا راستہ واضح کر گئے لیکن ہر آنے والے کو کیفیات قلبی عطا کر دیں یہ سنت وہاں بھی نہیں ملتی انہوں نے دو چار، پندرہ بیس، پچاس بندوں کو ذکر قلبی اور کیفیات قلبی کا حصول سکھایا باقی سب کو ظاہری شریعت کی ہی تعلیم دی اور وظائف بتائے لیکن کیفیات قلبی پانے والے شاید انگلیوں پر ہی گنے گئے وہ سنت کہ ہر آنے والا کیفیات قلبی پائے چودہ صدیوں کی پوری تاریخ میں تبع تابعین کے بعد نظر نہیں آتی پھر ایک کھدر پوش دہقان دور دراز ایک غیر معروف علاقے کا عام کاشتکار تصوف وسلوک کے افق پر ابھرتا ہے اور یہ سنت زندہ کرتا ہے اور تبع تابعین کے بعد یہ سنت حضرت مولانا اللہ یار خانؒ کے زمانے میں ملتی ہے کہ جو آپؒ کے پاس بیٹھا کیفیات قلبی لیکر اٹھا۔ اس وقت بعض لوگوں نے مجھ پر اعتراض کیا کہ تم یہ سب اپنے شیخ کی عقیدت میں کہتے ہو۔ میں نے جواباً تاریخ سامنے رکھی کہ آپ خیر القرون کے بعد کسی ایک اہل اللہ کا اسم گرامی بتا دیں کہ اُن کے پاس بیٹھنے والا ہر طالب صاحب حال ہو گیا ہو لیکن حضرتؒ کی مسجد میں پانی بھرنے والے کو بھی فنافی الرسول دیکھا ہے۔

حالانکہ دیہاتوں میں مسجد میں پانی بھرنے والے عموماً خود نمازیں بھی نہیں پڑھتے لیکن حضرتؒ کی مسجد کا پانی بھرنے والا ایسا مضبوط صوفی تھا کہ ایک دن اکیلا مسجد میں بیٹھا ذکر کر رہا تھا کہ سانپ آ گیا اور اس کے پاؤں پر بیٹھ گیا اور وہیں بیٹھا رہا اُسے ذکر کے دوران پتہ نہ چلا بعد میں دیکھا تو حیران ہوا اُسے ڈانٹا تو وہ چلا گیا۔ سانپ تو بدن کی حرارت سے اپنے ہدف کو پہچان لیتا ہے اس نے اُسے کیوں نہ کاٹا، اور اسکی ڈانٹ کھا کر کیوں چلا گیا یہ ایک حقیقت ہے میری اپنی شیخ سے عقیدت اپنی جگہ ہے اور مجھے یہ کہنے میں کوئی باق نہیں کہ مجھے شیخ سے وہ عقیدت ہے جو کسی انسان سے ممکن ہو سکتی ہے مجھے حضرتؒ سے ملے نصف صدی بیت گئی میں ربع صدی آپؒ کے ساتھ رہا جس دن پہلی ملاقات ہوئی اس دن سے لیکر آج تک الحمدللہ میرے دل میں شیخ کے خلاف کبھی وسوسہ بھی نہیں آیا اور میں نے پوری زندگی کو صرف شیخ کے اشاروں پر تج دیا اُن کے سامنے اپنی رائے کو ختم کر دیا اور اللہ کبھی ایسا وقت نہ لائے کہ مجھے وسوسہ آئے۔ باتیں کہنے کی نہیں ہوتیں مگر کبھی کبھی کہی جاتی ہے میں نے ابلیس سے کہا تھا اس بات پر اپنا وقت ضائع نہ کرو کہ شیخ کے بارے میرے دل میں کوئی خیال پیدا کر سکو میرے ساتھ کسی اور بات پر محنت کرو اس معاملے میں نہ میرا وقت برباد کرو نہ اپنا اور اس دن کے بعد اس نے مجھے اس معاملے میں چھوڑ دیا۔

حضرتؒ جب تعلیم سے فارغ ہوئے تو تصوف کے قائلین میں سے نہیں تھے بلکہ اس کی تردید فرمایا کرتے تھے لیکن جب اپنے شیخ سے ملاقات ہوئی تو اس کا اقرار کیا اور سمجھ آئی تو پھر سولہ برس وہاں سے نہیں اٹھے زمیندار، کاشتکار تھے فصلوں کی کٹائی کے وقت گھر تشریف

لے جاتے فصل برداشت کر لیتے تو سال بھر کے اخراجات گھر والوں کو دے کر واپس تشریف لے جاتے۔ سولہ برس حضرتؒ کے معمولات یہ تھے کہ تہجد کو اٹھتے فجر تک لطائف کرتے فجر پڑھ کر اشراق تک لطائف کرتے اشراق پڑھ کر چاشت تک لطائف کرتے چاشت کے بعد کھانا کھا کر تھوڑی دیر آرام کرتے پھر ظہر تک لطائف کرتے پھر ظہر سے عصر تک عصر سے مغرب تک اور مغرب سے عشاء تک لطائف کرتے اور پھر کھانا کھا کر سو جاتے۔ سولہ برس اس طرح گزار دیے اور تب وہاں سے اٹھے جب شیخ نے فرمایا کہ اب یہ نعمت لوگوں میں تقسیم کرو اب لوگوں میں جا کر رہو منازل بھی ہوتے رہیں گے اب اسے اللہ کی مخلوق تک پہنچاؤ۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جن کے نزدیک صحبت شیخ کی اہمیت تھی۔ تحصیل علم کے بعد زندگی کے سولہ سال اُدھر لگا دیئے اس کے بعد بچتا ہی کیا ہے؟ لیکن انہیں اس دولت کے قیمتی ہونے کا احساس تھا۔ اُن کے بعد جن لوگوں کو حضرتؒ کی صحبت نصیب ہوئی شروع میں وہ چند لوگ تھے ہمیں ہفتے سے زیادہ حضرتؒ سے دوری برداشت نہیں ہوتی تھی ہم اس سوچ بچار میں پڑ جاتے کہ کسی طرح اہتمام کریں اور حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہو سکیں ہمیں مصروفیت کیسے روکتی کہ جب کام کو دل ہی نہیں چاہتا تھا ہم تگ و دو کر کے عصر تک حضرتؒ کی خدمت میں پہنچتے شام کا ذکر نصیب ہو جاتا اس ایک رات میں ایسا محسوس ہوتا جیسا کسی بھوکے کو کھانا اور پیاسے کو پانی مل جائے یوں تازہ دم ہو کر واپس اپنے کام کاج کاروبار میں مشغول ہو جاتے اور ہفتہ بھر کے بعد پھر وہی حالت ہو جاتی پھر حاضری کو دل چاہتا ہمیں لطائف و مراقبات نصیب ہو گئے لیکن صحبت کی لذت الگ تھی اور صحبت کی برکات کی مثال اپنی ہے میں جب لطائف کرتا تو دو گھنٹے شام کو اور چار گھنٹے سحری کو باقاعدہ کرتا تھا اور لطائف کے مقامات پر ایسے لگتا تھا جیسے سینے میں کسی نے سلاخیں گاڑ دی ہوں' سردیوں کی راتوں میں سونے سے پہلے گڑ کا شربت پیا کرتے تھے لطائف کی حدت سے پیٹ سے خون آنے لگتا اور منہ اندر سے اُبل جاتا تو پھٹکری گھول کر پانی سے غرارے کرتے تھے اسپغول پھانک کر گڑ کا شربت پیا کرتے تھے تاکہ معدے کی تقویت رہے یہ سب لطائف کی مشقت کے باعث تھا لیکن اس سب کی قیمت شیخ کی ایک نگاہ کے سامنے رائی برابر بھی نہیں تھی۔ شیخ کی ایک نگاہ ہمارے لئے زیادہ قیمتی ہوتی تھی۔

یہ سب کچھ آپ کو بتانے کا مقصد یہ نہیں کہ میں بہت اہم انسان ہوں بلکہ مقصد یہ ہے کہ یہ کام بہت اہم ہے اگر اللہ نے آپ کو توفیق دی ہے اور آپ اپنا وقت اس طرف لگا رہے ہیں تو یہ جانیئے کہ اس کا تقاضا کیا ہے اجتماعات رسم نہیں ہیں نہ تعلقات بنانے کی جگہ ہے کہ رسماً آ گئے چند لمحے گپ شپ ہو گئی کچھ دوستوں سے مل لیا' تعلقات بن گئے اور چلے گئے اصل بات اخذ برکات کی ہے اس کے لئے کوئی کتنا محنت و مجاہدہ کرتا ہے' کتنی اطاعت کرتا ہے' اور اس کے ساتھ اسے کتنے لمحے صحبت شیخ کے نصیب ہوتے ہیں اور جو لوگ اسے اہم نہیں سمجھتے اور یہ سوچتے ہیں کہ اجتماع ہے حضرت بھی وہیں ہیں جب فرصت ملے گی تو ہو آئیں گے تو وہ یاد رکھیں فرصت تو زندگی بھر نہیں ملے گی ضروریات زندگی کا ایسا چکر ہے جس میں انسان گھومتا رہتا ہے اور کبھی کوئی شخص فارغ نہیں ہوتا جو کچھ کام نہیں کرتے وہ آرام کرتے رہتے ہیں فارغ وہ بھی نہیں ہوتے سوئے رہتے ہیں ظفر اقبال نے کہا تھا

وہ دن بھر کچھ نہیں کرتا اور میں آرام کرتا ہوں
وہ اپنا کام کرتا ہے میں اپنا کام کرتا ہوں

زندگی کی مصروفیات میں فراغت نام کا کوئی لفظ نہیں بلکہ مصروفیات میں ترجیحات کی فہرست بنانا پڑتی ہے اہمیت کے اعتبار سے فہرست

بنتی ہے کہ سب سے مقدم کام کون سا ہے پھر اس کے بعد ضروری کام اور اسی ترتیب سے ضروری امور نبٹائے جاتے ہیں تب جا کر زندگی کی ایک ترتیب بنتی ہے جاہلوں کی طرح صبح اُٹھ کر نکل پڑے جو مل گیا اس کے گلے پڑ گئے یہ انسانی زندگی نہیں ہے یہ اللہ کی دی ہوئی مہلت کو ضائع کرنا ہے ہر انسان کو سونے سے پہلے اپنے کل کے بارے سوچنا چاہیے کہ کل اگر اللہ نے مجھے زندگی دی تو کون سا کام سب سے اہم ہے اور پھر کون سا کام کرنا ہے جب ہم یہ فہرست بناتے ہیں تو اس میں روزمرہ کے لگے بندھے کام ہوتے ہیں۔ ملازمت پر جانا ہے، مزدوری کرنا ہے، کاروبار کرنا ہے، میل ملاقات کرنا ہے ان سب کے ساتھ یہ بھی ہونا چاہیے کہ میری ساری ضرورتوں میں سے ایک اہم ضرورت اتباع شریعت ہے یہ مقدم ہے اتباع شریعت کے لئے مجاہدہ ضروری ہے اور ان سب پر مقدم ایک چیز ہے جو اتباع کی توفیق ارزاں کرتی ہے وہ ہے شیخ کی صحبت۔ ایک لمحہ دل میں وہ ذوق پیدا کر دیتا ہے جو سال میں نہیں ہوتی۔ سو جس شعبے میں اللہ نے آپ کو وقت لگانے کی توفیق دی ہے اسکی ضرورتوں، مصلحتوں اور طریقوں کو سمجھئے اسے اپنایئے اللہ آپ کی محنت قبول فرمائے اس سے جو حاصل ہو سکتا ہے اسے حاصل کیجئے۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین

سالانہ اجتماع عام دارالعرفان منارہ، چکوال

ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دارالعرفان منارہ میں

4 جولائی 2008 بروز جمعہ سے

سالانہ اجتماع شروع ہو رہا ہے

اجتماع 10 اگست 2008ء

بروز اتوار تک جاری رہیگا

نوٹ

چھوٹے بچوں کو ساتھ لانا سختی سے منع ہے۔

قارئین کرام زیادہ سے زیادہ

شرکت فرما کر فیضیاب ہوں۔

دین حق کی بنیاد

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 01-08-2005

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیم○

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیم○

دین برحق کی بنیاد ایمان پر ہے ایمان ہی وہ طاقت ہے جو اللہ ہے جو اللہ جل شانہٗ کی عظمت کو منواتی ہے ایمان ہی وہ طاقت ہے جو رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو منواتی ہے ایمان ہی وہ طاقت ہے جو آخرت کو منواتی ہے ملائکہ، حساب کتاب، جنت و دوزخ، یہ سارے اُمور جو ہیں ایک طاقت ہوتی ہے انسان کے اندر جو اُسے ماننے پہ مجبور کر دیتی ہے۔ عیسیٰ علیٰ نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد جو تقریباً پانچ سو سالہ دور گزرا اُسے ''عہد فترت'' کہتے ہیں جس میں ایمان نابود ہو گیا تھا کوئی بتانے والا نہیں تھا۔

حضرت سلیمان فارسیؓ کی سوانح میں ملتا ہے کہ وہ اس جستجو میں تھے کہ کہیں مجھے سچا اور برحق دین ملے۔ اُن کی ساری عمر اس تلاش میں گزر گئی۔ اس جستجو میں مشہور بحیرہ راہب کے پاس بھی پہنچے۔ ضعیف العمر تھا وہ اور سال میں ایک بار لوگوں کے سامنے آتا تھا باقی اُس کی بہت بڑی درس گاہ تھی، بہت بڑا ادارہ تھا، بہت سے لوگ تھے ہر آنے جانے والے کے لئے دروازہ کھلا تھا۔ بے شمار مہمان مسافر آتے جاتے وہاں ٹھہرتے تھے لیکن وہ سب اُس کے نائبین سارا کام چلاتے تھے۔ حضرت سلیمان فارسیؓ ملے تو اُس نے یہ نشان دہی کی کہ حجاز کی طرف جائیں وہاں اللہ کا آخری رسول ﷺ مبعوث ہوگا۔ اور وہ دین حق بتائے گا انہوں نے انہیں بتایا کہ میرے پاس یہ بہت بڑا ادارہ ہے۔ ہم بہت تعلیم و تعلم کرتے ہیں ہمارے پاس ساری کتابیں ہیں لیکن ہمارے پاس بھی دین عیسوی نہیں ہے ان سب کتابوں میں تحریف ہو چکی ہے، سب بدل چکی ہیں ہم نہیں جانتے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کیا عقائد دیئے تھے اور کیا اعمال کرنیکا حکم دیا تھا، ہمارے پاس بھی حکایات ہیں روایات ہیں حقیقت نہیں ہے اور اگر تمہیں اللہ کا وہ نبی ﷺ ملے تمہاری وہاں تک رسائی ہو جائے تو مجھے بھی خبر کرنا مجھے بھی جستجو ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں اس جستجو میں حجاز کی طرف چلا تو ایک جنگل میں میرا گزر ہوا وہاں ایک ضعیف العمر آدمی تھا اور جنگل بیابان میں اکیلا رہتا تھا اُس نے چند بکریاں رکھی ہوئی تھیں۔ جنگلی پھلوں پر اور اُن بکریوں کے دودھ پر اُس کا گزارا تھا۔ چشمہ تھا چھوٹا سا جہاں وہ رہتا تھا کسی سے بات نہیں کرتا تھا۔ کوئی اُس کے پاس جاتا نہیں تھا۔ کوئی جاتا تھا تو وہ بات نہیں کرتا تھا اور اپنے طریقے سے عبادت میں محو رہتا تھا۔ وہ فرماتے ہیں میں وہاں اُس کے پاس پہنچا اُس نے میرے ساتھ بھی بات نہیں کی لیکن میں تو چونکہ ساری عمر تلاش حق پہ صرف کر چکا تھا تو میں بیٹھا رہا، ایک دن گزر گیا، رات گزر گئی، دن گزر گیا، تیسرے دن اُس نے مجھ سے پوچھا کیوں بیٹھے ہو یہاں، کون ہو، کیا چاہتے ہو، تو میں نے ساری اپنی حکایت عرض کر دی کہ میں اس طرح گھر سے نکلا اتنے برس ہو گئے ہیں مجھے در در بھٹکتے یہودیوں کے راہبوں کے پاس بھی گیا۔ عیسائیوں کے پادریوں کے پاس بھی گیا، اور اب میں بحیرہ راہب سے مل کر آ رہا ہوں اُس نے مجھے حجاز کی طرف جانے کو کہا ہے، راستے میں آپ سے

ملاقات ہوگئی اور آپ کا چہرہ بتا رہا ہے کہ آپ کے پاس حق ہے۔ اُس نے کہا ٹھہرو آج کی رات بھی یہیں ٹھہرو۔ اس وقت روئے زمین پر میں اکیلا آدمی ہوں جس کے پاس دین عیسوی موجود ہے میں جانتا ہوں۔ عقیدہ کیا تھا کیا ہے اور عمل کیا کرنا ہے لیکن دنیا اتنی بدل چکی ہے کہ اگر اب میں صحیح عقیدہ بیان کروں تو مجھے قتل کر دیا جائے گا لوگ مانیں گے نہیں بلکہ مجھے کافر اور زندیق کہہ کر قتل کر دیں گے اس لئے میں خاموش بیٹھا ہوا ہوں۔ لیکن میں آخری آدمی ہوں جس کے پاس دین ہے تمہیں بتانے سے کوئی فائدہ نہیں کہ میں تمہیں وہ دین سکھاؤں اس لئے کہ میرا وقت پورا ہو چکا ہے کل میں اس دنیا سے چلا جاؤں گا تم اس طریقے سے مجھے غسل دینا چشمے پر اور اس طرح سے مجھ پر دعا پڑھنا ۔میرا جنازہ ہو جائے گا اور ریت میں جگہ کھود کر مجھے دفن کر دینا اور میری یہ چند بکریاں میرا اثاثہ ہے یہ میں تمہیں سونپتا ہوں تم لے لینا لیکن ایک بات میں تمہیں بتاؤں زمین حق سے خالی نہیں رہتی۔ ادھر میرا دم نکلے گا اُدھر اللہ کا آخری رسول ﷺ اعلان نبوت کر دے گا یہ میں تمہیں بتا سکتا ہوں یہ جو پانچ سالہ دور گزرا ہے کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی صورت میں حق رہا ہے چونکہ زندگی جو ہے کائنات کی یہ حق پر ہے جس دن حق ختم ہو جائے گا کائنات ختم ہو جائے گی حق اُٹھ جائے گا قیامت آ جائے گی تو اب میں وہ آخری بندہ رہ گیا ہوں جس کے پاس حق ہے میری آنکھیں بند ہوں گی اللہ کا آخری نبی ﷺ اعلان نبوت فرما دے گا اور تم ٹھیک سمت جا رہے ہو ادھر ہی چلتے رہنا تو جب اعلان نبوت ہو گا تو ایک شور بلند ہو گا تم بھی پہنچ جاؤ گے۔ وہ فرماتے ہیں وہی ہوا دوسرے دن اُن کا وصال ہو گیا اُن کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق میں نے انہیں غسل دیا دعا پڑھی دفن کر دیا اور بڑا خوش تھا بکریاں لیکر چل نکلا۔ آگے وہ یہودیوں کے ایک قبیلے کے پاس پکڑے گئے انہوں نے بکریاں بھی چھین لیں غلام بنا کر بیچ دیا۔ بڑی تکلیفیں اٹھائیں اور یہودیوں کا طریقہ تھا کہ اپنے ایک تہوار پر ایک بندے کو فرضی عیسیٰ علیہ السلام بنا لیتے پھر اُسے کانٹوں کا تاج پہناتے اور طرح طرح سے ایذائیں دیتے وہ اُن مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے اور برسوں بعد عمر گزار کر بڑھاپے میں مدینہ منورہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت عالی میں مدینہ منورہ پہنچے۔ بڑی تکلیفیں اٹھا کر۔ میں عرض یہ کرنا چاہتا تھا کہ عالم یہ تھا کہ جو وہ ایک جانتا تھا وہ بھی دنیا سے اٹھ گیا۔ روئے زمین پر اب اللہ کو جاننے والا کوئی نہیں تھا سوائے محمد رسول اللہ ﷺ کے۔

مولانا حالی نے ایک شعر کہا ہے۔

خوگر پیکر محسوس تھی انسان کی نظر
پھر کوئی ان دیکھے خدا کو مانتا کیونکر

یعنی ہر بندہ کسی نہ کسی محسوس خدا کا پجاری تھا کسی بت کا پجاری تھا کسی درخت کا پجاری تھا کسی جانور کا پجاری تھا اور اگر کسی کے تخیل میں فرشتوں کا یا جنوں کا کوئی تصور تھا تو اُن کے بھی انہوں نے کچھ بت یا کچھ چیزیں بنا رکھی تھیں جن کی پوجا کرتے تھے۔ اب روئے زمین پر ہر بندہ پیکر محسوس کا عادی تھا۔ اب ایسے ماحول میں یہ منوانا کہ اللہ ہے وہ واحد ہے لاشریک ہے وہ سب کا خالق ہے وہ سب کا رازق ہے سارے کام وہی کرتا ہے سب کو دیتا وہی ہے پیدا وہی کرتا ہے موت وہی دیتا ہے ہر چیز پہ وہی قادر ہے بارش وہی برساتا ہے روزی وہی دیتا ہے پھل وہی اُگاتا ہے اب یہ دو طرح سے عجیب بات تھی۔

ایک تو یہ عجیب بات تھی کہ مرور زمانہ سے لوگوں نے ہر شعبے کا کوئی دیوی دیوتا الگ بنا رکھا تھا آج بھی آپ یہ اپنے پڑوس ہندوؤں میں دیکھ لیں تو کوئی اولاد دینے والا ہے کوئی روزی دینے والا ہے کوئی بارش برسانے والا ہے مختلف کاموں کے لئے مختلف دیوتا بانٹ رکھے ہیں اسی طرح لوگوں نے مختلف معبود بنا رکھے تھے اور اس بات پہ متحیر ہو جاتے تھے کہ یہ سارے کام ایک اکیلا کیسے کر سکتا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے ایک تو یہ بات

بڑی عجیب تھی دوسری یہ عجیب بات تھی کہ وہ ہے کون ہے کہاں۔ کوئی اُس کا نشان کوئی اتہ پتہ کوئی ایسی چیز کوئی درخت کوئی پتھر کوئی بت کوئی ایسی شے جو اُس کا نشان بتائے جہاں پرستش کریں خیالات سے بھی وریٰ الوریٰ ہے۔ ہمارے علم سے بھی وریٰ الوریٰ ہے ہماری سوچوں سے بھی بالاتر ہے ہماری نگاہ سے بھی بالاتر ہے تو پھر اس ان دیکھے خدا کو کیسے مانیں یہ جو بات آج آسان نظر آتی ہے یہ انتہائی مشکل تھی کوئی فلسفی کوئی محقق کوئی نکتہ سنج یہ بات نہیں بتا سکتا تھا۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا

وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

تو پھر یہ حضور اکرم ﷺ نے کیسے منوالیا لوگوں سے یہ تو بڑا مشکل کام تھا سارے تو وہی لوگ تھے۔ آسمان سے تو بندے اُترے کوئی نہیں۔ کہیں اور سے تو آئے نہیں، سب وہی لوگ تھے تو کیسے مان گئے؟ سب سے پہلی بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت تھی۔ سب سے بڑی دلیل یہ تھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں نے تمہارے اندر ایک عمر نہیں گزاری۔ چالیس برس میں نے تم میں بسر کئے ہیں کبھی کہیں تم نے مجھے جھوٹ بولتے سنا ہے۔ تو جو خوش نصیب تھے وہ یہ سوچتے تھے کہ جس ہستی نے آج تک کسی انسان پر کسی کمزور پر کسی جگہ کوئی جھوٹ نہیں بولا وہ یکدم اللہ پر جھوٹ کیوں بولے گا کوئی بات تو ہے بات تو سننی چاہیے بات سمجھنی چاہیے اور جب اس نظر سے قریب ہوئے یتلوا علیھم اٰیٰتہٖ اللہ کی آیات اللہ کی باتیں سناتا ہے میرا حبیب ﷺ انہیں اور جب اُس طرف آمادہ ہوتے ہیں ویزکیھم۔ تو اُن کے دلوں کو پاک کر دیتا ہے اب دلوں میں جو رواجات، رسومات، روایات، حکایات ان سب نے مل کر ایک عقیدے کی بنیاد بنا رکھی تھی یزکیھم کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بچہ تختی دھو دیتا ہے کہ اُس پر جو کچھ لکھا ہوا تھا اسے مٹا کے صاف کرتا ہے اور پرنئی مٹی لگا دیتا ہے اور بالکل صاف ہو جاتی ہے اُس پہ پھر نیا لکھا جاتا ہے تو دلوں کی تختیاں اس طرح سے دھو دیں کہ کوئی وہم کوئی رواج کوئی رسم کوئی روایت کوئی حکایت وہاں کوئی چیز نہ رہ گئی دل شیشے کی طرح صاف ہو گیا۔ یزکیھم۔ یہ قوت تھی تزکیے کی جس نے لوگوں کو ایمان پر استقامت دی اور اللہ کو جاننے کی استعداد دی۔

ویعلمھم الکتٰب والحکمتہ۔ جب یہ تزکیہ ہو گیا تو انہیں قرآن کی تعلیم دی انہیں قرآن کے مفاہیم کی تعلیم دی۔ کتاب وسنت کی تعلیم دی کتاب وحکمت کی تعلیم دی۔ حکمت سنت آقائے نامدار ﷺ ہے قرآن کی تفسیر حضور علیہ السلام کا ارشاد اور عمل ہے۔

یہ جو تزکیہ بنیادی بات تھی اس نے وہ قوت دی انسانی شعور کو، انسانی ضمیر کو، انسانی قلب کو کہ وہ بغیر دیکھے ہوئے بھی اللہ کا شیدائی ہو گیا۔ اُس نے مانا اور ماننے کا حق ادا کر دیا۔ علامہ ابن کثیر رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ نے اپنی تفسیر میں ایک حدیث نقل فرمائی ہے اکثر علمائے کرام تفسیر ابن کثیر کو فرماتے ہیں یہ ہے تو تفسیر ہی لیکن یہ حدیث کی کتاب ہے کہ انہوں نے متعدد احادیث ہر آیت کریمہ کے تحت جمع کر دیں اور بے شمار احادیث کا ذخیرہ ہے تفسیر میں۔ تو ایک حدیث میں وہ فرماتے ہیں کہ قیامت قائم ہوگی لوگ اٹھیں گے قبروں سے ہر کوئی اپنے اپنے حال میں ہوگا۔ جس کردار پر جس نظریے پر جس عقیدے پر جس خیال پر جس عمل پر کسی کی موت ہوگی، اُس پر اٹھایا جائے گا۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک گروہ اُٹھے گا جو شہید ہوئے وہ اُس حال میں اُٹھیں گے کہ جسم کٹے پھٹے خون جاری ہے لباس خون سے تربتر ہے تلوار ڈھال ہاتھ میں ہے سینہ چاک ہے گریباں تر ہے۔ اُٹھ کر کھڑے ہو جائیں گے ایک دوسرے سے بات کریں گے کہ چلو اب تو سفر طے ہوا جنت کو چلتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کیا علامہ ابن کثیر نے کہ وہ اُن میں سے ایک جا کر تلوار کے اُس دستے سے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔

وازلفت الجنتہ للمتقین غیر بعید۔ روز حشر جنت بھی پاس بجی

سجائی کھڑی ہوگی وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰی ○ دوسری طرف دوزخ بھی لائی جائے گی جسے شبہ ہے وہ دیکھ لے تو دروازہ کھٹکھٹائیں گے رضوان کہے گا حضور ابھی تو آپ قبر سے اٹھے ہیں اب آپ کو میزان پہ جانا ہے اعمال کا وزن ہوگا پھر آپ کو پُل صراط پہ جانا ہے اُس راستے سے گزر کر آئیں گے تو پھر آپ میرے مہمان ہوں گے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ متوجہ الی اللہ ہو جائیں گے کہیں گے بار خدایا ہم جاھل تھے کفر وشرک میں مبتلا تھے دنیا کا ہر گناہ ہم میں تھا تجھے نہیں جانتے تھے پھر تیرا رسول ﷺ تشریف لایا اُس کے طفیل ہمیں نور ایمان نصیب ہوا ہم نے تجھے جانا بھی تجھے مانا بھی پھر تو نے ہمیں بے شمار نعمتیں دی تھیں۔ گھر مال، دولت، زندگی، صحت، قوت، طاقت لیکن اللہ تو گواہ ہے ہم نے تجھے اس طرح مانا کہ ہر چیز تیری راہ میں لٹادی ہمارے سینے دیکھ شق ہو گئے ہمارے جگر چھلنی ہو گئے ہماری اولادیں رُل گئیں ہمارے گھر کافروں نے لے لیے ہماری جائیدادیں تباہ ہو گئیں ہم نے تجھے مانا اور ہمیں تو چاہیے تھا اگر کوئی چیز ہم نے بچا کے رکھی ہے تو اُس کا تو حساب ہم سے مانگا جائے ہمارے پاس تو تو ہی تو ہے اور یہ رضوان حساب کس چیز کا مانگتا ہے یہ کیا کہہ رہا ہے کہ حساب ہوگا اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔ کس بات کا حساب ہوگا ہم سے تو حضور ﷺ فرماتے ہیں ارشاد باری ہوگا کہ ان کے لئے سب دروازے کھول دو ان کا حساب کتاب ہو چکا۔ یعنی اُس معاشرے میں جس میں اللہ کا کوئی تصور نہیں تھا اور۔

خوگر پیکر محسوس تھی انسان کی نظر

اُس میں ایسے ایمان پیدا کیے محمد رسول اللہ ﷺ نے کہ اُس ان دیکھے خدا پر انہوں نے گھر لٹا دیئے اولادیں ذبح کرادیں جانیں دے دیں سینے چھلنی کرادیئے جگر شق ہو گئے لیکن وہ اُس کی طلب میں آگے بڑھتے چلے گئے اور وہ جنت میں بھی اُس کی طلب میں گھسے جارہے ہیں کہ وہاں اللہ کا روبرو دیدار ہوگا۔

میرے بھائی! تعلیم کتاب وحکمت کی باری بعد میں آئی، عمل تو علم کے بعد آتا ہے جب علم کی باری ہی تزکیے کے بعد آئی تو عمل تو علم کے بعد آتا ہے کسی چیز کا پہلے علم ہوتا ہے۔ پھر اُس پر عمل کیا جاسکتا ہے اس کا مطلب یہی ٹھہرا کہ اللہ کو ماننے کے لئے وہ جسے قرآن نے تزکیہ کہا وہ کیفیت جو آقائے نامدار ﷺ نے دلوں کو عطا فرمائی وہ صفائی جو قلوب کی محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمائی اُس کا کوئی ذرہ نصیب ہو جائے تو دین آسان ہو جاتا ہے عقیدہ بھی سُدھر جاتا ہے اور توفیق عمل بھی ہو جاتی ہے جب انسان اپنے ایمان کو اپنی حاجات اپنی ضروریات سے بالاتر سمجھتا ہے کہ کوئی بات میرے ایمان کے آڑے نہیں آسکتی میری بھوک میری پیاس میری ضروریات میری خواہشات میری دنیا میرا آرام میرے ایمان کے آڑے نہیں آسکتا جہاں ایمان آئے گا وہاں سب کچھ چھوٹ سکتا ہے ایمان نہیں چھوٹ سکتا یہ قوت پھر قوت عمل عطا کرتی ہے اور عمل دین پر آسان ہو جاتا ہے پھر دین پر عمل کرنے میں مزا بھی آتا ہے۔ ہر سجدہ اپنا الگ مزا دیتا ہے ہر رکوع اپنا الگ مزا دیتا ہے ایک ایک لفظ اپنی الگ شیرینی دیتا ہے تلاوت میں ایک ایک زیر زبر اپنی الگ لذت دیتی ہے تسبیحات میں ہر تسبیح اپنا الگ مزا دیتی ہے۔

ارشاد ہے نبی کریم ﷺ کا کہ جنت کے پھلوں کی عجیب خاصیت ہوگی۔ متشابہ ہوں گے ایسے ہی جب لوگوں کو دیئے جائیں گے تو وہ کہیں گے یہ اس طرح کے آم تو ہم دنیا میں بھی یہ آم کھاتے تھے لیکن جب کھائیں گے تو دنیا دنیا ہوگی جنت جنت ہوگی پھر پتہ چلے گا یہ تو بہت مختلف ہے لیکن اُس پھل کا یا اُس کھانے کا ایک لقمہ جو لذت دے گا دوسرا لقمہ جب جنتی کھائے گا تو پہلے سے زیادہ لذیز ہوگا۔ یعنی ہر لقمے میں لذت بڑھتی جائے گی۔ ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ جب ایمان کامل ہوتا ہے اور دل کا تزکیہ ہوتا ہے تو ہر تسبیح ہر رکوع ہر سجدہ الگ لذت دیتا ہے اُس کا اپنا لطف الگ بڑھتا جاتا ہے کیسی عجیب بات ہے!۔ ہم کیا عجیب لوگ

ہیں سوا چودہ سو سال تین پشتیں کم از کم ایک صدی میں گزر جاتی ہیں۔ بیالیس یا تنتالیس پشتیں گزر چکیں اور ہم ایسے بے خبر ہیں کہ جن بزرگوں کو اپنے ہاتھوں دفن کیا ہے آج ہمیں تلاش کرنی پڑے تو قبرستان میں اُن کی قبر کا ہمیں پتہ نہیں۔ دفن خود کیے تھے قبر خود بنائی تھی باپ کی دادوں کی چچاؤں کی ماموؤں کی' خالوؤں کی رشتہ داروں کی قبروں میں گم ہو گئی۔ پوچھا نہیں کبھی گئے نہیں۔ کبھی آنا جانا ہی نہیں۔ بات ہی ختم ہو گئی۔ جن لوگوں کو تیسری پشت کی قبریں ہی نہیں ملتی اُن لوگوں کو تنتالیس پشتوں بعد بھی اللہ نے قرآن بھی محفوظ وہی پورا پہنچا دیا۔ ایمان بھی وہی پہنچا دیا اور سب سے بڑا احسان اُس کا کہ تزکیہ اور برکات نبوت ﷺ بھی پہنچا دیے۔ اب اگر اس کے بعد بھی ہماری اصلاح نہیں ہوتی تو پھر اللہ کی مرضی اب اس کے بعد کوئی ایسا علاج نہیں ہے جو ہماری اصلاح کر سکے۔ اب اس کے بعد کسی چیز کی مزید توقع نہیں رکھی جاسکتی ساری مخلوق بایزید بسطامی تو نہیں بن جاتی لیکن کہیں نہ کہیں اللہ کا خوف تو نظر آنا چاہیے عظمت الٰہی کہیں نہ کہیں تو کردار سے جھلکنی چاہیے نسبت پیامبر ﷺ کسی نہ کسی عمل سے تو ظاہر ہونی چاہیے کہیں نہ کہیں بندے کو تو مسلمان لگنا چاہیے کسی نہ کسی وجہ سے تو کوئی کہہ اُٹھے کہ لگتا ہے یہ مسلمان ہے اب تو بدنصیبی کی حد یہ ہے کہ دنیائے کفر میں ہم اپنے آپ کو مسلمان بتاتے ہوئے گھبراتے ہیں۔ ہمارا رویہ معذرت خواہانہ سا ہے۔ جیسے ہم سے کوئی بڑی غلطی ہو گئی کہ ہم مسلمان ہیں ہم اپنے مسلمان ہونے پہ شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔ یعنی جو بات ہمارے لئے باعث صد افتخار تھی ہمارے دل ہمارے مزاج ہمارے کردار کتنے بدل گئے کہ آج ہم اُس پہ شرمندہ ہوتے ہیں اور اس گئے گزرے دور میں اگر برکات نبوی ﷺ کا ایک ذرہ بھی نصیب ہو جائے۔ سب سے بڑا مقام یہ ہے کہ توفیق ذکر نصیب ہو جائے یہ سب سے اعلیٰ مقام ہے اللہ غفلت سے بچالے دل ذاکر ہو جائے' اللہ دل میں بس جائے یہی مقام ہے یہ مراقبات و مقامات کچھ بھی نہیں ہیں یہ اُس کی ایک نظر ہے جسے جہاں چاہے وہاں فائز کر دے اور اگر کوئی ساری عمر مراقبات کرتا رہے اور خاتمہ بالخیر نصیب نہ ہو تو کیا فائدہ اُن مراقبوں کا اور اُن منازل کا اور اُن تماشوں کا کیا حاصل ہے؟ تو اس ذکر کا حاصل صفائے قلب ہے تزکیہ ہے تزکیے کا حاصل ایمان و یقین ہے اور ایمان کا حاصل توفیق عمل ہے بڑی سادہ سی بات ہے۔ سارا اسلام اتنا کچھ ہی ہے یہی کچھ سارا اسلام ہے زندگی جیو اچھی جیو اللہ نے حیثیت دی ہے تو حیثیت کے مطابق لباس پہنو گاڑی رکھو مکان بناؤ اور اچھا کھانا کھاؤ حلال اور طیب کھاؤ اچھا کھاؤ حرام نہ ہو ناپاک نہ ہو کھاؤ کوئی منع نہیں ہے۔ اچھے لوگوں سے دوستی رکھو۔ اچھے کام کرو۔ اچھائی سے تو کوئی منع نہیں۔ زندگی کو اس دنیا میں اہل جنت کی زندگی بنالو اسی دنیا میں رہ کر بھی جنت میں رہو۔

دلبر ہے بر میں الحمدللہ
سب کچھ ہے گھر میں الحمدللہ

جو محبوب سے واصل ہو گیا اُس کے بعد اُسے کچھ چاہیے نہیں جو ہے اُس پہ اُس کا گزارا چلتا ہے ٹھیک ہے جو ملتا ہے وہ کھا لیتا ہے جو ملتا ہے وہ پہن لیتا ہے تکلیف آتی ہے وہ بھی برداشت کر جاتا ہے۔

ایک بادشاہ کو کسی نے خربوزے پیش کیے بڑے خوبصورت بڑی محنت کر کے پکائے اور پھر بادشاہ کے حضور پیش کیے اب خربوزوں میں اگر کوئی تلخ ہو تو بڑا ہی تلخ ہوتا ہے۔ اتفاق سے بادشاہ نے جو اٹھایا وہ تلخ تھا۔ ایک قاش اُس نے اپنے ہاتھ سے کاٹی۔ وزیر اعظم یا سب سے بڑا وزیر پاس بیٹھا تھا اُسے عطا کی اُس نے کھالی مزے سے اُس نے دوسری قاش کاٹی کسی دوسرے کو دی اُس نے کھائی تو اُس نے کہا حضور یہ تو سخت کڑوی ہے۔ بادشاہ نے چکھی تو تلخ تھی تو اُس وزیر کی طرف متوجہ ہوا کہ تم نے کیوں نہیں بتایا اُس نے کہا ساری عمر دنیا کی نعمتیں آپ کے

ہاتھ سے کھائیں اب ایک قاش تلخ آ گئی تو اُس پہ میں چیخ اٹھتا۔ میں نے اُس مزے سے کھالی جس سے میٹھی چیزیں کھاتا ہوں۔

اتنی بے پناہ نعمتیں عطا کرنے والے کی طرف سے اگر کوئی چھوٹی سی ایسی بات آجائے جو ہمیں پسند نہیں آئے گی وہ بھی تب جب اُس میں ہمارا بھلا ہوگا۔ جس طرح طبیب کچھ کڑوی دوا بھی دیتا ہے تو مریض کی بھلائی کے لئے دیتا ہے۔ محض اُسے بدذائقہ کرنے کے لئے یا اُسے تکلیف دینے کے لئے نہیں دیتا۔ کوئی مصیبت بھی آتی ہے اللہ کے ہوتے ہوئے آتی ہے اللہ کی طرف سے آتی ہے تو ہماری بہتری کے لئے ہوتی ہے تو اُسے وہ بھی مزادے جاتی ہے حتیٰ کہ لوگوں کے سینے چھلنی ہوگئے اور انہوں نے کہا۔

فزت ورب الکعبہ۔ رب کعبہ کی قسم مزا آ گیا میں جیت گیا۔ کچھ صحابہ کرام کو دھوکے سے کچھ لوگ لے گئے ساتھ۔ منافقین تھے بدر کے بعد پھر انہوں نے دھوکے سے انہیں شہید کردیا۔ مقابلہ بھی ہوا۔ وہ تھوڑے تھے مشرک زیادہ تھے لمبی بات ہے میں اُس میں نہیں جاتا۔ تو ایک صحابی کو نیزہ لگا سینے میں اور نیزے سینہ توڑتا ہوا پچھلی طرف پشت سے نکل گیا اور آخری لفظ جو اُس کے منہ سے نکلے انہوں نے فرمایا۔ فزت ورب الکعبہ۔ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔ میں اپنے مقام پر پہنچ گیا جو میں چاہتا تھا مجھے مل گیا، میری تمنا پوری ہوئی، اب قاتل حیران ہے کہ رب کعبہ کا ایک تصور اور کعبہ کی ایک عظمت تو اہل عرب میں سب میں تھی۔ خواہ وہ مشرک تھے خواہ انہوں نے تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے یا آجکل تو کہتے ہیں تین سو اکسٹھ ہوگئے ہیں۔ تو تین سو ساٹھ تھے یا جتنے بھی تھے۔ اس کے باوجود ایک کعبے کی عظمت تھی۔ اُن کے دلوں میں تو مرتے وقت کوئی جھوٹی قسم اور پھر رب کعبہ کی قسم اُس نے کہا نہیں۔ اس بندے نے جو کہا ہے سچ کہا ہے لیکن یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ مرکر کیسے جیت گیا۔ مجھے ماردیتا تو نعرہ لگاتا کہ میں جیت گیا پھر تو بات تھی۔ مرخود گیا اور کہتا ہے میں نے اپنا مقصد پالیا میں کامیاب ہوگیا۔ یہ عجیب بات ہے سمجھ میں نہیں آتی۔

جیسے آجکل کفر حیران ہے کہ یہ جی مرتے کیوں ہیں یہ جہاد کیا مصیبت ہے جہاد ختم ہونا چاہیے اس کی تعلیم ختم ہونی چاہیے یہ مرکے خوش ہوتے ہیں کمال ہے۔ عجیب لوگ ہیں لوگ زندگی کے لئے ترستے ہیں یہ موت کے پیچھے بھاگتے ہیں ان کا یہ پاگل پن دور ہونا چاہیے۔ مدارس پہ کوئی پابندی لگے ان کو بتایا جائے یہ نہیں ہونا چاہیے اُس طرح وہ بھی پریشان ہوا کہ یہ مرکر کیسے جیت گیا۔ ساتھیوں سے پوچھا انہوں نے کہا بھئی اس سوال کی سمجھ ہمیں نہیں آتی اُس نے کہا ایک ہی اللہ کا بندہ ہے جس نے ان لوگوں کو یہ سکھادیا میں اُس کے پاس جاؤں گا ﷺ۔

انہوں نے کہا مارا جائے گا قاتل ہے دھوکا کیا ہے ہم نے۔ اُس نے کہا ماردیں گے الگ بات ہے لیکن میرے سوال کا جواب ملے۔ مجھے اس سوال نے پریشان کردیا ہے مدینہ منورہ حاضر ہوا بارگاہ نبوی ﷺ میں پیش کیا گیا۔ اُس نے کہا حضور ﷺ میں نے بڑا ظلم کیا۔ دھوکا کیا آپ ﷺ کے صحابہ کو شہید کردیا لیکن میں مجرم ہوں بے شک مجھے قتل کر دیا جائے اس ایک سوال کا جواب عطا فرمادیں پھر مجھے بے شک قتل کر دیں۔ جب اُس نے سوال پیش کیا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اس کا جواب تو لذت ایمان میں ہے جب ایمان نصیب ہوتا ہے وہ بندے کو اسی مقام پہ لے جاتا ہے کہ اُس کے لئے زندگی میں بھی مزا ہے اور موت میں اُس سے بڑھ کر مزا ہے۔ صحت میں بھی مزا ہے اور بیماری میں اُس سے بڑھ کر مزا ہے۔ تونگری میں بھی مزا ہے لیکن مفلسی میں اُس سے بھی بڑھ کر ہے۔ تو کہنے لگا بیشک مجھے سزادی جائے لیکن اُس سے پہلے وہ ایمان مجھے بھی نصیب ہوجائے کہ مجھ پر اگر موت بھی آئے تو میں کہہ سکوں کہ میں اپنی منزل پر پہنچ گیا میں نے سب کچھ پالیا۔ تو یہ قوت ایمانی ہے۔ بیماری تکلیف دکھ تو جانے دیجیے موت تک کو

مزیدار بنادیتی ہے۔

اب ہم کیا کہیں کہ ہمارے ایمان کیا ہیں کتنے ہیں اُن میں کیا طاقت ہے یہاں تو ہر دوسرا بندہ کہتا ہے مجھ پر فلاں نے جادو کر دیا اُس نے میری روزی روک دی اُس نے میری اولاد روک دی اُس نے میرا فلاں کام روک دیا۔ ہم تو سمجھتے تھے یہ سارے کام اللہ کریم خود کرتا ہے اب یہ لوگوں کے ہاتھ میں کیسے آ گیا کوئی کیسے روک سکتا ہے جسے رب دیتا ہے اُس کی دین کو کون روک سکتا ہے اور جسے وہ نہیں دیتا اُسے دلا کون سکتا ہے۔ یہ تو قرآن میں واضح موجود ہے کہ جسے میں دینا چاہوں کون ہے جو اُسے روکے گا۔ اور جسے نہ دینا چاہوں کون ہے جو اُسے دلوائے گا اس کے باوجود ہم نے نہ اللہ کو پہچانا اور نہ اس طرح مانا جیسے ماننا چاہیے تھا دنیا دکھوں کا گھر ہے اس میں ہر سہولت کے ساتھ کچھ آزار بھی ہے جہاں آمدن ہوتی ہے وہاں نقصان بھی ہوتے ہیں۔ جو چیزیں زندگی کے لئے ضروری ہیں اُن سے بندہ بیمار بھی ہوتا ہے اس کا نظام ہے ایک ایسا۔ یہ صحت و بیماری جوانی اور بڑھاپا' گرمی اور سردی' رات اور دن یہ چلتے رہتے ہیں اس میں اگر بندہ اپنی منزل پالے تو اُس کا مسئلہ حل ہو گیا باقی دن ہو یا رات ہو چلتا رہتا ہے اور اگر نہ پا سکے تو پھر اس میں کھویا رہتا ہے گرمی ہو تو گرمی سے شکوہ سردی ہو تو سردی سے شکوہ۔ بارش ہو تو بارش سے ناراض۔ دھوپ نکل آئے تو دھوپ سے خفا۔ آپ پھر کر دیکھیے لوگوں میں سنیے لوگوں کی باتیں بولیے کچھ نہیں آپ دیکھیں گے لوگ ہر بات پہ خفا ہیں کھانا مل گیا تو ناراض ہیں نہیں ملا تو ناراض ہیں۔ یہ ایسا نہیں ہے ویسا ہے اس میں نمک نہیں ہے مرچ ہے اُس میں وہ نہیں ہے۔ ہم پر تو اللہ کا احسان ہے میں گھر گیا کھانا رکھا گھر والوں نے کھانا کھایا فارغ ہو گئے بعد میں بچوں نے کھانا کھایا تو میری بیوی کہنے لگی اس میں تو آج ہم نمک ڈالنا ہی بھول گئے۔ آپ نے بتایا ہی نہیں میں نے کہا مجھے پتہ ہی نہیں، کھانا تھا، ملا میں نے کھا لیا مجھے اس سے کیا غرض ہے نمک تھا کہ نہیں تھا۔ پتہ چلا ہی نہیں پتہ چلتا تو بتا دیتا۔ یہ چیزیں کوئی معنے نہیں رکھتیں۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

کوئی پتہ ہی نہیں چلتا کیا ہو رہا ہے کیا ہوا کیا نہیں ہوا۔ کبھی کوئی دکھ محسوس نہیں ہوا۔ کبھی دکھ ہوتا ہی نہیں دکھ آتا ہی کوئی نہیں۔ ہر چیز اپنا ایک الگ مزا رکھتی ہے۔

وصال و ہجر جداگانہ لذت دارد
ہزار بار برو صد ہزار بیا

ہر نشیب و فراز کا ایک اپنا مزا ہے۔ زندگی مزے دار ہو جاتی ہے زندگی پُر لطف ہو جاتی ہے پُر سکون ہو جاتی ہے دنیا ہے اس میں ہر حال سے گزرنا پڑتا ہے۔ افلاس بھی آتا ہے' بہتان بھی لگتے ہیں' بیماریاں بھی آتی ہیں یہ سب چلتا رہتا ہے لیکن اللہ کا ساتھ نصیب ہو' محمد رسول اللہ ﷺ کا دامان رحمت نصیب ہو تو کسی چیز سے بندے کو ہوتا کچھ نہیں۔ اُس کا بگڑتا کچھ نہیں' وہ پریشان بھی نہیں ہوتا۔ جینے کا بھی مزا آجاتا ہے مرنے کا بھی مزا آجاتا ہے تو بھائی یہ اللہ کا احسان ہے اس گئے گزرے زمانے میں ہم تک برکات نبوت ﷺ پہنچائیں۔ الحمد للہ ہمیں چاہیے پوری توجہ پورے غور پورے خلوص سے جو مل سکتی ہے جو توفیق ہے کر لیں۔ معیار یہی ہے کہ اگر تزکیہ نصیب ہو گا تو ایمان مضبوط ہو گا ایمان مضبوط ہو گا تو توفیق عمل نصیب ہو گی' اپنے اعمال کو دیکھ کر اندازہ لگا سکتا ہے بندہ کہ میں نے کیا کمایا۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

حقیقی شعور اللہ کی پہچان ہے

کافروں کا بھی یہ حال ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو استعمال تو کرتے ہیں لیکن اتنے بے وقوف ہیں کہ خود اللہ کو پہچان نہیں پاتے۔ آپ کسی جانور کو عقل مند نہیں کہتے حالانکہ وہ گھاس چرنے والا ہے تو اس میں اتنا شعور ہے کہ وہ گھاس میں سے اچھی بُری کی تمیز رکھتا ہے اور اچھی اچھی دیکھ کر چرتا ہے زندگی کے سارے کام ہر جانور انجام دیتا ہے، گھر بناتا ہے، بچے پیدا کرتا ہے، بچے پالتا ہے لیکن آپ کسی جانور کو عقل مند نہیں کہتے، دانشور نہیں کہتے۔ کیوں نہیں کہتے؟ زندگی تو وہ بھی گزار رہا ہے اور بڑے بڑے عجیب کام کرتا ہے اب آپ ایک مکڑی کا جالا ہی دیکھ لیں کہ وہ کس ترتیب سے اور کس انداز سے اُسے بنتی ہے، اس پہ کتنی محنت کرتی ہے لیکن اسے عقل مند نہیں کہا جاتا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ چیز اس کی فطرت میں ہے فطرت نے اسے سمجھا دیا لیکن اس کو خود یہ شعور نہیں کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا، سب فطری طور پر کرتے ہیں اسی طرح زندگی گزارنا بھی انسانی فطرت ہے، خوراک تلاش کرنا گھر بنانا، سواری بنانا یہ انسانی فطرت کے کام ہیں۔ عقل و شعور تو وہاں سے شروع ہوتا ہے جب انسان اسباب کو دیکھ کر مسبب الاسباب کی طرف چل پڑتا ہے۔ شعور کی، دانش اور عقل کی بات یہ ہے کہ اسباب کو دیکھ کر وہ غور و فکر کرے۔ آخر انسان ہے اللہ نے اسے شعور دیا ہے کہ یہ اسباب از خود تو پیدا نہیں ہو گئے۔ کس نے پیدا کئے ہیں اور وہ پیدا کرنے والا کون ہے؟ پھر اسے اندازہ ہو کہ اس کی کتنی نعمتیں ہیں مجھ پر، اس نے مجھے کتنی آسانیاں دی ہیں اور میرے لئے کتنی چیزیں پیدا فرمائی ہیں وہ اسباب کے خالق کو، پیدا کرنے والے کو جان لے۔ پھر اس کے اپنے وجود میں جتنی صلاحیتیں ہیں وہ بھی اس کی طرف اشارہ کرتی ہیں جس نے اسے تخلیق فرمایا۔ اب اس کے باوجود بھی وہ اس طرح نہیں چلتا تو فرمایا پھر ان میں عقل نہیں ہے، بے وقوف ہیں، ان میں شعور نہیں ہے۔

ماخوذ از ''اکرم التفاسیر'' جلد دوئم

تعاون

احمد دین
ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

مینوفیکچررز
آف پی سی یارن

پُل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2667571-2

سوال و جواب

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 08-10-2007

سوال۔ انا کیا ہے وضاحت فرما دیجئے۔

جواب۔ احکام الٰہی کے مقابلے میں اپنی پسند کو نافذ کرنا سنت پیغمبر ﷺ کے مقابلے میں اپنی پسند کو بہتر سمجھنا اَنا ہے۔ انسان کے اندر اس کے لئے نہایت نقصان دہ عنصر اسکی انا ہی ہے یہ اتنی مہلک ہے کہ اگر ایسے شخص کے لئے حضور نبی کریم ﷺ بے حد خواہش بھی رکھتے ہوں تو اللہ کو یہ بات پسند نہیں کہ کسی کا دل آپ ﷺ کی عظمت کے مقابل اپنی ذات کی بڑائی میں مبتلا ہو اور پھر اللہ اُسے ہدایت بھی دے یہ ممکن نہیں۔

کچھ لوگوں نے نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کو یہ جانتے ہوئے کہ آپ ﷺ نبی برحق ہیں اس لئے نبی ماننے سے انکار کر دیا کہ اس سے ان کی اپنی سبکی ہوتی ہے اُن کا جو مقام ہے وہ نہیں رہتا جیسا کہ ابو جہل نے کہا تھا کہ انسان کو مروانا تو اسکے لئے کچھ مشکل نہیں لیکن حضرت محمد ﷺ تو اللہ کے نبی ہیں اور اللہ کی مدد ان کے ساتھ ہوتی ہے اور کوئی بھی آپ ﷺ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اس پر ابو جہل کی بات سننے والے نے کہا کہ اگر تم جانتے ہو کہ وہ اللہ کے برحق رسول ﷺ ہیں تو تم انکی بات مانتے کیوں نہیں اس پر اس نے کہا انکی بات ماننے کا مطلب ہے کہ ہماری حیثیت ختم ہو جائے گی ہمیں تو پھر صرف انکی اطاعت کرنا ہوگی، اور جو حکم وہ دیں اسے بجا لانا ہوگا اور اپنی ذات کی نفی ہمیں منظور نہیں۔

انا ایک قلبی باطنی بیماری ہے جس میں بندہ احکام الٰہی کے مقابلے پر اپنی رائے کو فوقیت دینے کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے عہد نبوی ﷺ میں بھی لوگوں کو اسلام جیسی نعمت قبول کرنے میں یہی چیز مانع رہی۔

آپ ﷺ کے چچا ابو طالب ساری زندگی اپنے بھتیجے پر مہربان رہے اور ہر طرح ساتھ دیتے رہے حضور ﷺ نے بھی کم عمری ہی سے بکریاں چرا کر چچا کا ہاتھ بٹایا اور حضور ﷺ بچپن ہی سے بکریاں چرا کر اجرت ابو طالب کو دے دیا کرتے تھے جو اُن کے خاندان کی پرورش کے کام آتی تھی۔ تاریخ میں یہ ایک غلطی ہے جو دہرائی جاتی ہے کہ حضور ﷺ کی پرورش ابو طالب نے کی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے بچپن ہی سے چچا کا بوجھ بانٹا۔ حضرت خدیجہ سے عقد کے بعد آپ ﷺ الگ گھر میں منتقل ہو گئے تو آپ ﷺ نے چچا سے حضرت علیؓ کو مانگ کر اپنی کفالت میں لے لیا تا کہ اُن پر ایک بچے کا بوجھ کم ہو جائے۔ البتہ باقی ہر معاملے میں چچا اپنے بھتیجے کا ساتھ نبھاتے رہے لیکن ایمان نہ لائے آخری وقت جب آ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا چچا آپ میرے کان میں کلمہ پڑھ دیں میں آپ کی نجات کا ضامن بن جاؤں گا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں دنیا سے جا رہا ہوں قریشی کہیں گے اور عورتیں طعنہ دیں گی کہ یہ دمِ واپسیں ہمت ہار گیا اس لئے میں کلمہ نہیں پڑھوں گا اس پر حضور ﷺ نے اللہ کے حضور چچا کے لئے ہدایت کی دعا فرمائی کہ یا اللہ تو تو قادر ہے انہیں کلمہ پڑھنے کی توفیق عطا کر دے اس کے جواب میں یہ آیت

کریمہ نازل ہوئی انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء وھو اعلمُ بالمُھتدین

(القصص آیت ۵۶)

آپ جسے چاہیں ہدایت نصیب ہو جائے یہ نہیں ہو سکتا ہاں اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے اور وہ ایسے لوگوں کو خوب جانتا ہے جنہیں ہدایت دی جانی چاہیے۔

یہاں بھی وہی معاملہ ہے کہ رسالت پیغمبر ﷺ کا اقرار انہیں اپنی ذاتی شان کے مقابلے نقصان دہ نظر آتا ہے وہ یہ سمجھتے تھے کہ اقرار رسالت سے انکی ذاتی حیثیت مجروح ہو جائے گی۔ ذات اقدس ﷺ پر جس کسی کو اس طرح کا گمان گزرا اسے ایمان نصیب نہیں ہوا۔ آپ ﷺ تو انکی ہدایت کی دعا مانگ رہے ہیں لیکن اللہ کریم فرماتے ہیں یہ میرا اصول نہیں ہے کہ کسی کا دل آپ کی عظمت کے مقابل اپنی انا میں مبتلا ہو اور میں اسے ہدایت بھی دے دوں یہ ممکن نہیں اور ہدایت نصیب نہ ہونے کی وجہ عظمت رسالت کے اقرار سے محرومی ہے۔

یہ ایک قاعدہ اور اصول ہے کہ جس طرح پانی نیچے کو بہتا ہے اسی طرح برکات بھی اوپر سے نیچے کو آتی ہیں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی عظمت کا اقرار کئے بغیر آپ ﷺ کا خادم بنے بغیر جو بھی آپ ﷺ کی برابری کی سطح پر کھڑا ہو کر سیکھنا چاہے اسے برکات نصیب نہیں ہو سکتیں۔ برکات انہیں کو نصیب ہوئیں جو آپ ﷺ سے نیچے نشیب میں کھڑے ہوئے اور یہی اصول نیچے تک کار فرما رہا۔

اسی طرح صحابہ کرامؓ کے مقابلے میں کھڑے ہونے والا اُن سے مستفید نہ ہو سکا۔ اہل اللہ کی برکات سے بھی وہی لوگ محروم رہتے ہیں جو انکی عظمت کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں جو شخص بزرگان دین کی اطاعت کرنے میں اپنی بے عزتی محسوس کرتا ہے یا اُسے کمزوری سمجھتا ہے وہ دراصل اپنی ذات اور اپنی اَنا کو نہایت سختی کیساتھ اپنے سامنے رکھتا ہے اور ایمان و یقین کی قلبی کیفیات سے خود کو محروم کر لیتا ہے لہذا حصول علم اور حصول برکات کا ایک لازمی اصول ہے کہ تعلیمات و برکات نبوت حاصل کرنے والے کو سلف صالحین اور اہل اللہ کی جو عنداللہ حیثیت ہے اسے ماننا پڑتا ہے اور آدمی اُن سے نیچے رہ کر ہی برکات حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن کبھی اسے اُن کی برابری کا گمان آ جائے تو وہ تباہ ہو جاتا ہے۔ ایک کاتب وحی کا مشہور واقعہ ہے قرب نبوت نے اس کے قلب کو اتنا مصفیٰ کر دیا اور قلب رسول ﷺ سے اتنا مربوط کر دیا کہ ایک روز جب وحی نازل ہو رہی تھی اور وہ آیت کریمہ نازل ہو رہی تھی جس میں شکم مادر میں بچے کی تخلیق کے مراحل بتائے جا رہے تھے کہ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ ہم نے خون سے نطفہ بنایا پھر گوشت کا لوتھڑا بنایا اس پر ہڈی پیدا کی' اس پر کھال چڑھائی پھر اس میں روح پیدا کی تو آخری جملہ تھا۔ وتبارک اللہ احسن الخالقین وہ یہ اس سے پہلے والے جملے لکھتا آ رہا تھا اور اسکے دل میں خیال گزرا کہ اس سے آگے ہونا چاہیے فتبارک اللہ احسن الخالقین اُسے یہ خیال آنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کا قلب حضور نبی کریم ﷺ کے قلب اطہر سے اتنا منسلک اور اتنا مربوط ہو چکا تھا کہ جو بات قلب اطہر رسول ﷺ میں آئی وہ اس کے دل میں آپ ﷺ کے قلب مبارک سے آ گئی لیکن اپنی انانیت کی وجہ سے ٹھوکر کھا گیا اور بجائے شکر کرنے کے اسے یہ خیال گزرا کہ جو بات میرے دل میں بھی آ گئی تو یہ تو کوئی کمال نہ ہوا پھر تو میں بھی اُن کے برابر کا آدمی ہوں اس کیساتھ ہی وہ مرتد ہو گیا۔ ایمان بھی سلب ہو گیا شرف صحابیت سے بھی محروم ہوا توبہ کی توفیق بھی نہ ملی اور کفر پر خاتمہ ہوا۔

صورتحال کا اندازہ لگایئے ایک طرف ایسا قرب نبوت ﷺ ہے کہ

جس کی مثال ملنا محال ہے کہ جو بات قلب اطہر میں موجود ہے ابھی زبان مبارک پر نہیں آئی اور اس کے دل نے پڑھ لی اور دوسری طرف اس کا وہم ہے کہ اس نے اس بات کو اس انداز میں لیا کہ اس کے دل میں حضور ﷺ کی طرح برکات آتی ہیں اور اتنی آتی ہیں کہ ابھی جو بات نبی کریم ﷺ کے لب مبارک پر نہیں آتی وہ بات اس کے اپنے دل میں آ گئی یہ مقام شکر تھا لیکن انانیت کے باعث شکر کرنے کے بجائے اس نے اسے دوسری طرح لے لیا کہ اگر یہ بات ہے تو پھر وہ اور آپ ﷺ برابر ہیں یوں وہ مقام رفیع سے کفر کی پستیوں میں جا گرا

سلاسل تصوف میں بھی مشائخ کے پاس برکات نبی کریم ﷺ کی ہوتی ہیں اس لئے اُن برکات کے سبب سے وہاں بھی ادب کا یہی قاعدہ ہے حصول برکات کے لئے وہی آداب ہیں جو برکات نبوی ﷺ کو شایان ہیں۔ سلاسل تصوف میں داخل ہونے والوں کو بھی ان خطرات کا سامنا رہتا ہے ابلیس اور نفس کی وجہ سے انانیت کے خطرات ہمیشہ رہتے ہیں ان کا علاج اخلاص اور حصول اخلاص کے لئے اپنے طالب ہونے اور شیخ کے عظیم ہونے کا احساس قائم رکھنا ہے۔

سلاسل تصوف میں بے شمار ایسی مثالیں ملتی ہیں جنہوں نے مدتوں کسی شیخ سے تربیت حاصل کی ذکر اذکار کیئے محنت و مجاہدہ کیا کمالات حاصل کئے اور پھر انہیں یہ خیال دامن گیر رہا کہ اب وہ تو شیخ سے آگے نکل گئے ہیں یا شیخ کے مقابل ہو گئے ہیں اور انہیں اب کسی کی ضرورت نہیں رہی اور اس کے ساتھ ہی برکات بھی چلی گئیں اور اپنے ساتھ ایمان بھی لے گئیں۔ مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اگر اہل اللہ کی عظمت کا اقرار نہ بھی کیا جائے اور بندہ اپنے طور پر دین پر عمل کرتا رہے تو اسے یہ نقصان پہنچتا ہے کہ وہ ایمان و یقین کے اس درجے کو پانے سے محروم رہتا ہے جو ان اولیاء اللہ کی صحبت میں یقیناً نصیب ہو سکتا ہے لیکن اگر وہ کسی سلسلے سے منسلک ہو اور کسی کو شیخ بنائے انکی صحبت میں رہے اور پھر اُسے یہ گمان گزرے کہ وہ بہت بڑا انسان بن گیا ہے تو پھر وہ ایسا گمراہ ہوتا ہے کہ برکات کے ساتھ ایمان بھی چلا جاتا ہے جب برکات سلب ہوتی ہیں تو ایمانیات کو ساتھ لے کر جاتی ہیں انانیت اتنی مہلک چیز ہے کہ احکام الٰہی کے مقابلے اپنی پسند کو نافذ کرتی ہے اور یہی بڑی گمراہی ہے ہم اپنے اجتماعی رویوں میں اسکی مثالیں دیکھ سکتے ہیں زندگی کے بہت سے کاموں میں خواہ وہ شادی بیاہ سے متعلق ہوں یا موت کی رسمیں ہوں ان سب میں سنت پیغمبر ﷺ کے مطابق عمل کرنا ہم اپنی توہین سمجھتے ہیں ہماری انا آگے آ جاتی ہے اور یہی بات اطاعت الٰہی میں رکاوٹ بنتی ہے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ سنت پر چلنے سے رسم و رواج چھوڑنے پڑیں گے اور رسم و رواج نہ کیئے تو ہماری عزت نہ رہے گی حالانکہ عزت تو صرف اللہ کا حصہ ہے اللہ کے نبی ﷺ کا حق ہے۔ اور اُن لوگوں کے لئے جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت اختیار کرتے ہیں اس لئے کہ عزت صرف اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول ﷺ کے ساتھ وابستہ ہے اس سے باہر کوئی عزت نہیں محض اپنی رائے کو بلند کرنے کی مہلک بیماری ہے اور ہم اپنی رائے کو فوقیت دینے کے مرض میں مبتلا ہیں جہاں یہ بیماری در آئے وہاں یہ اصول لاگو ہو جاتا ہے کہ انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء وھو اعلم بالمھتدین. اور معاملہ دعاؤں سے آگے نکل جاتا ہے حضور ﷺ معاف بھی کر دیں لیکن جس بات پر غضب الٰہی مرتب ہوتا ہے وہ اس شخص کے اپنے اختیار میں ہے جب تک اسے چھوڑے گا نہیں بات نہیں سدھرے گی۔

سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ انسان کو ادب اور بے ادبی میں تمیز پیدا

ہو جائے اس کی ارادی، فکری اور عملی زندگی میں ادب در آئے دین کا احترام در آئے وہ اپنی ہستی کو اپنی عقل وسمجھ کو اپنے تجربے کو اتنا نہ بڑھائے کہ خود کو دین کے مقابل کچھ سمجھ بیٹھے اور اپنی رائے کو بہترین سمجھنے کی حماقت نہ کر بیٹھے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنی محتاجی پر نگاہ رکھے اللہ کی طرف سے جو نعمتیں نصیب ہیں اُن پر اللہ کا شکر ادا کرے اور جس کے طفیل نصیب ہوئی ہیں اس کے لئے ہمیشہ دعا کرتا رہے اور بہتری کا طالب رہے اس پر کاربند ہو کر سعادت اُخروی کو پایا جا سکتا ہے۔

سوال۔ روح عالم امر سے ہے پھر اسکی شکل کیونکر تبدیل ہو جاتی ہے اور جب اسکی شکل تبدیل ہوتی ہے تو وہ اپنی اصلی شکل میں آتی ہے یا نہیں؟

جواب۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ آدمی کو یہ احساس ہو کہ اسکی شکل وصورت کیسی ہے اور خدانخواستہ اگر خراب ہو گئی ہے تو اسے بہتر کرنے کا طریقہ کیا ہے۔

روح یقیناً عالم امر سے ہے اور اسے ماننا اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے دراصل شکل وصورت اللہ کریم نے وجود انسانی کو عطا کی ہے ۔روح وہی شکل اختیار کرتی ہے جیسا انسانی وجود ہوتا ہے جس وجود میں جو روح مقرر فرمائی ہے وہ اسی شکل میں نظر آتی ہے سو اصل شکل وجود کی ہے۔ جتنے وجود اللہ کریم نے تخلیق فرمائے ہیں اُن سب میں سب سے اعلیٰ شکل وصورت سب سے بہترین سب سے خوبصورت آقائے نامدار ﷺ کی صورت ہے اور آپ ﷺ کی صورت مبارک کی وہ عظمت ہے کہ انسانی شکل میں کوئی شخص جہنم میں نہیں جائے گا۔ یوم حشر اگر کسی کی شکل انسانی ہوگی تو اسکی نجات انشاء اللہ یقینی ہے شکل کردار سے بدلتی ہے اور کردار میں عقیدہ بنیاد ہے اگر ایمان درست نہیں عقیدہ درست نہیں تو شکل انسانی نہیں رہتی اور کردار کا یہ اثر فوری طور پر دنیا میں ہی روح پر باطن پر مرتب ہوتا ہے اور اسی حالت میں دنیا سے جانے والے کی قیامت میں بھی وہی شکل ہوتی ہے دنیا میں کافر کفر کے بعد جیسے جیسے کفریہ اعمال کرتا ہے ویسے ویسے اسکا کردار اپنا اثر روح پر مرتب کرتا ہے اور جوں جوں بُرائی میں بڑھتا جاتا ہے ویسے ویسے اسکی شکل مکروہ اور ذلیل ہوتی چلی جاتی ہے ہر کافر ایک جیسا جھوٹا یا جاہل یا بدکردار نہیں ہوتا کمی بیشی ہر آدمی کے کردار میں ہوتی ہے۔ اس کمی بیشی کے مطابق اسکی شکل تبدیل ہوتی رہتی ہے۔

ایمان نصیب ہو تو روح کی شکل بھی انسانی ہوتی ہے اگر اُسے برقرار رکھا جائے جیسا کہ فرمایا گیا قولوا لا اله الاللّٰہ ثم استقم کہو کہ اللہ ایک ہے اور پھر اس پر جم جاؤ۔ اللہ پر ایمان لاؤ پھر اس پر استقامت دکھاؤ تو اللہ کریم شکل وصورت بھی بہتر کرتے جاتے ہیں ایمان لانے کے بعد جتنی جتنی کسی کی سیرت حسین ہوتی جاتی ہے اتنی اتنی اس کی شکل بھی درست ہوتی جاتی ہے یعنی اللہ کریم ایمان نصیب کرے اور اس کے ساتھ حسن عمل نصیب ہو بندہ نیک کردار ہو جائے تو اس کے حسن صورت میں جمال میں ترقی ہوتی رہتی ہے لہذا شکل و صورت روح کی نہیں ہوتی شکل انسانی کردار کی ہوتی ہے پہلے مشائخ عظام رویت اشکال کا مراقبہ کرایا کرتے تھے صاحب مشاہدہ ساتھی کو احدیت پر لیجا کر واپس لا کر کسی ایک شہر پر روحانی طور پر کھڑا کر دیتے اور اسے دکھایا جاتا تھا کہ اس شہر میں بسنے والوں کی شکلیں کیسی ہیں تو آبادیاں اژدھوں، خنزیروں، ریچھوں، بندروں اور دیگر جانوروں سے بھری پڑی ہوتی تھیں اور خال خال خوش نصیب ہوتے تھے جن کی شکل انسانی ہوتی تھی بلکہ حضرتؒ فرماتے تھے کہ جو شخص حلال جانور کی

شکل پر نظر آئے تو اس کی نجات کی امید رکھنی چاہیے ہم نے رویت اشکال کا مراقبہ چھوڑ دیا کیونکہ یہ لوازمات تصوف میں سے نہیں ہے پھر وہ زمانہ ایسا تھا کہ کچھ انسان بھی نظر آجاتے تھے آج ایسا کریں تو شاید کچھ بھی پلے نہ پڑے اور ہم نے جان بوجھ کر یہ مراقبات چھوڑ دیے ہیں کہ لوگوں میں استعداد ہی نہیں کسی کو ذرہ بھر مشاہدہ ہو جائے تو وہ دکان لگا کر بیٹھ جاتا ہے لوگ ارد گرد جمع ہو کر اپنے دنیاوی کاموں کا پٹارہ کھول لیتے ہیں وہ انکے حل بتاتا ہے اور آج کے دور میں یہ فتنہ تو ویسے ہی پھیل گیا ہے کہ کسی نے روزی باندھ دی ہے اولاد بند کر دی ہے صحت بند کر دی ہے۔ دکان نہیں چلتی کسی نے باندھ دی ہے۔ پتہ نہیں یہ عقیدہ کہاں سے آیا ہے ہندوؤں میں تو یہ انکے عقیدے کا حصہ بن کر ہمیشہ سے ہے اب یہ ہم میں بھی عروج پا گیا ہے پہلے ان پڑھ اور جاہل لوگوں میں ہوتا تھا آج اعلیٰ تعلیم یافتہ بظاہر مہذب لوگوں میں بلکہ شہروں میں گھر گھر یہی عقیدہ ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ کائنات کا نظام اللہ نے جادو گروں کو سونپ دیا ہے کہ کسی کی روزی باندھ دیں یا کھول دیں اور اولاد روک دیں یا کھول دیں یہ نظریہ ہی کافرانہ ہے اور اگر دن رات اللہ اللہ کی محنت کے بعد بھی بندے کو اللہ سے آشنائی نہ ہو اور وہ اللہ سے دوری ہی رکھتا ہو اور وہ اللہ کے علاوہ دوسرے آسرے تلاش کرنے ادھر ادھر بھاگتا پھرے تو اس لئے ہم نے یہ مراقبات چھوڑ دیئے صرف یہی نہیں اور بھی کئی مراقبات چھوڑے ہیں ایک مراقبہ ہوتا تھا "موتو قبل انت موتو" حضرت اس طویل مراقبے کو بڑے اہتمام سے کرواتے تھے اس کے مشاہدات میں فائدہ بھی بہت ہوتا تھا لیکن اب ایسا لگتا ہے لوگوں کو فائدے کی چیز دو تو انہیں نقصان ہوتا ہے اور یہ مراقبات بھی اس لئے چھوڑے ہیں تاکہ نقصان نہ ہو۔ یہ بات طے ہے کہ روح کی شکل ہم خود اپنے کردار سے ترتیب دیتے ہیں جسم کو یہ شکل اللہ کریم نے تخلیقی طور پر عطا کی ہے۔ اگر جسمانی طور پر کوئی خوش شکل یا حسین نہیں ہے لیکن اس کا عقیدہ و کردار و اعمال حسین ہیں تو اس کی روح بھی حسین ہوتی چلی جاتی ہے اگر اعمال میں خرابی آئے تو روح کی شکل پر اعمال بد کا اثر آتا ہے اور وہ بگڑتی ہے اگر خدانخواستہ عقیدہ خراب ہو جائے تو وہ حرام جانوروں جیسی نظر آتی ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ اگر روح کی شکل بگڑ جائے تو وہ اپنی انسانی شکل میں واپس آسکتی ہے یا نہیں؟ تو یاد رکھیئے توبہ کا دروازہ اللہ نے کھلا رکھا ہے کہ موت سے پہلے کسی کو بھی حضور حق نصیب ہو جائے وہ حق کو قبول کر لے اعمال اور عقائد کی اصلاح کر لے اپنے کیے پر نادم ہو اللہ سے مغفرت چاہے آئندہ کے لئے استقامت کا طالب ہو تو کردار کے درست ہونے کے ساتھ سب کچھ درست ہو جاتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا التائب من الذنب کمن لاالذنب لہ او کمال قال رسول اللہ ﷺ کہ گناہگار جب خلوص سے توبہ کرتا ہے اپنی اصلاح کرتا ہے توبہ کے تقاضے پورے کرتا ہے تو اللہ کریم اسے ایسے معاف کرتے ہیں جیسے اس کے اعمال نامے میں پہلے کوئی خطا تھی ہی نہیں۔ لیکن توبہ حقیقی ہو محض توبہ توبہ کہہ دینا اور اس لفظ کو دہراتے رہنا تو مقصد نہیں توبہ تو عقیدے اور عمل کی اصلاح کا نام ہے الذین تابوا واصلحوا. (النساء ۱۴۶) جیسا اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی قرآن حکیم نے توبہ کے ساتھ اصلاح کرنے کی قید لگائی ہے اس لئے توبہ کا مطلب ہے کہ جو غلطی ہو گئی خواہ عقیدے میں تھی یا عمل میں اس غلطی کو درست کیا جائے حج کے بارے حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جس کا مفہوم ہے کہ حج کرنے سے بندہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جس طرح وہ گویا آج پیدا ہوا ہو لیکن یہاں بھی شرط وہی ہے کہ

بندے کا عقیدہ بھی درست ہو اعمال بھی درست ہوں اور نیت بھی درست ہو یہ تینوں چیزیں درست ہوں تو حج سے پہلے کے گناہ دھل کر بندہ نومولود کی طرح پاک صاف ہو جاتا ہے اس طرح عقیدے وکردار کی اصلاح سے بندے کی روح کی شکل بھی سنور جاتی ہے اپنی روح کی شکل کو بنانا سنوارنا انسان کے اختیار میں ہے یہ بندے کے عقیدے اور عمل پر منحصر ہے اس کے اختیار پر ہے کہ وہ خود کو کیسا بنانا چاہتا ہے۔

اللہ کی تجلیات نصیب ہوں نبی کریم ﷺ کا قرب نصیب ہو برکات نبوت نصیب ہوں تو کردار سدھرتا چلا جاتا ہے اور روح کی شکل سنورتی چلی جاتی ہے۔

جتنی کوشش ہم بیوٹی پارلرز میں پیسے خرچ کر کے ظاہری شکل کو خوبصورت بنانے پر کرتے ہیں اتنی کوشش ہم اللہ کا نام لینے پر خرچ کریں رزق حلال کما کر طیب کھا کر اپنی باطنی اور روحانی شکل خوبصورت بنانے پر خرچ کریں تو زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ یہ دائمی شکل ہے اور ہمیشہ کی زندگی میں کام آنے والی ہے ظاہری شکل چند روزہ زندگی کے ساتھ ہے وہ بھی تھوڑا عرصہ ساتھ دیتی ہے پھر جب بڑھاپا آ جاتا ہے تو سارے تصنع اور بناوٹ کے باوجود حلیے کو بگاڑ دیتا ہے وہی بندہ پہچانا نہیں جاتا جبکہ ابھی وہ دنیا میں ہی ہوتا ہے اور مرنے کے بعد تو شکلیں کہاں رہتی ہیں مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتی ہیں۔دنیا میں انسان جب تک رہے اسے چاہیے کہ جسمانی صفائی ستھرائی نفاست خوبصورتی سب باتوں کا دھیان رکھے لیکن حدود سے تجاوز نہ کرے اور ساتھ ساتھ اپنے کردار کو بھی خوبصورت بنائے جس سے اسکی روحانی شکل بھی خوبصورت رہے اس کے لئے نہایت سادہ سی بات ہے کہ بنیاد عقائد ہیں اور اس کے ساتھ اعمال ہیں۔اللہ کریم جتنا اتباع سنت نصیب کرے' اصلاح عقیدہ کے ساتھ خلوص نیت کے ساتھ جس قدر آقائے نامدار ﷺ کی پیروی نصیب ہو یہی سارے کا سارا حسن ہے یہی ہر ایک کیلئے دوا ہے جوان بوڑھے مرد' عورت سب کے لئے یہی بہترین بیوٹی پارلر ہے جس میں ارواح کی شکلیں اور صورتیں سنواری اور سجائی جاتی ہیں اللہ کریم توفیق عطا کرے مجھے اس سوال سے خوشی ہوئی کہ ساتھیوں میں یہ احساس پیدا ہوا کہ روح کی کوئی شکل بھی ہوگی جو میدان حشر میں ہمارے سامنے آئے گی تو وہ کیسی ہوگی اسے بہتر کرنے کے لئے کیا کیا جائے تو یہ احساس بہت اچھی بات ہے کہ انسان کو اصلاح پر آمادہ کرتا ہے۔

سوال۔ اگر کسی شخص نے ایک جگہ بیعت کر لی اس کے بعد دوسری جگہ بیعت کی پھر واپس پہلی جگہ آگیا تو کیا اسکی پہلی بیعت قائم ہے یا اسے دوبارہ بیعت کی ضرورت ہوگی اور کیا اسکے پہلے کروائے گئے مراقبات قائم رہیں گے یا دوبارہ کروائے جائیں گے؟

جواب۔ یہ بہت اچھا سوال ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے یہ سمجھا جائے کہ بیعت کیا ہے؟ بیعت کی کئی اقسام ہیں ایک قسم بیعت اصلاح کہلاتی ہے جس کے بارے علماء حق لکھتے ہیں کہ اس کے لئے لازمی نہیں کہ کسی معتبر عالم سے ہی بیعت کی جائے کوئی بھی ایسا شخص جو جائز ناجائز' حلال حرام' پاک ناپاک کے مسائل جانتا ہو خود اس پر عمل پیرا ہو اس سے بیعت اصلاح کی جاسکتی ہے دوسری قسم بیعت امارت کہلاتی ہے یہ بیعت حکمران ماننے کے لئے کی جاتی ہے جو خلفائے راشدین کے زمانے میں ہوتی رہی اور بعد کے زمانوں تک جاری رہے سلاطین بیعت لیتے رہے اسکی موجودہ شکل ووٹ ہے۔ ایک قسم موت پر بیعت ہے یہ ایسے موقعوں پر لی جاتی ہے جب دین پر قائم رہنے کے لئے عہد لیا جاتا ہے کہ جب تک جان میں جان ہے

بندہ لڑتا لڑتا شہید ہو جائے گا موقف سے اور میدان سے نہیں ہٹے گا ایسی بیعت حضور ﷺ نے حدیبیہ میں لی جسے بیعت رضوان کہتے ہیں ایک اور قسم کی بیعت سلاسل تصوف میں ہوتی ہے یہ تحصیل تصوف اور حصول برکات کے لئے کی جاتی ہے اور یہ ایک جگہ کے بعد دوسری جگہ کرنا اس طرح درست ہے کہ ایک جگہ سے لطائف سیکھے اس سے آگے سکھانے کی اس استاد میں استعداد نہیں یا اُسے خبر نہیں سیکھنے والے نے پھر دوسری جگہ بیعت کی اور شیخ نے اگلے اسباق دیئے تو اس طرح دوسری جگہ بیعت کرنا ضروری ہے یوں پہلے والی بیعت ٹوٹے گی بھی نہیں اور پہلے استاد کا احترام بھی باقی رہے گا یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی پرائمری سکول میں پڑھتا تھا پھر مڈل سکول چلا گیا پھر ہائی سکول، کالج اور یونیورسٹی میں چلا گیا لیکن پرائمری کے استاد کا ادب قائم رہے گا اس کے ساتھ کی گئی بیعت بھی رہے گی۔ اُستاد، اُستاد ہی رہے گا خواہ شاگرد کتنی ہی ترقی کر جائے حصول برکات کے لئے جو بیعت کی جاتی ہے اس میں شیخ کے اوصاف پہلے دیکھ لے جو سوالات ہوں وہ پہلے صاف کرلیں ساری جانچ پرکھ پہلے کرلینی چاہیے پھر بیعت ہونا چاہیے۔ یہ نہایت نازک معاملہ ہے قرآن حکیم نے اسکی وضاحت اس طرح کی ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یدُ اللہ فوق ایدیھم فمن نکثَ فانما ینکثُ علیٰ نفسہٖ ومن اوفی بما عٰھد علیہُ اللہ فسیوتیہِ اجراً عظیماً (الفتح آیت ۱۰)

اے میرے حبیب ﷺ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں گویا انہوں نے اللہ کریم سے بیعت کا عہد باندھا ہے اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا دست قدرت ہے اگر بیعت کرنے کے بعد کوئی توڑتا ہے تو اس نے اپنے آپ کو تباہ کرلیا اپنے آپ کو توڑ دیا اس کی حیثیت ختم ہوگئی اور جس نے اس وعدے کی وفا کی جو اس نے بیعت کی صورت میں اللہ سے کیا تھا تو اللہ اسے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

لہذا بیعت کرنے سے پہلے شیخ کو دیکھ لینا چاہیے دین کو کتنا جانتا ہے کتنا دین پر عمل پیرا ہے اس کی پرکھ کیسے ہوگی؟ اس کا پتہ ایسے چلے گا کہ اس کے پاس بیٹھنے والوں کی کتنی اصلاح ہوئی ہے بیعت سے پہلے ان کی زندگی کیسی تھی بیعت کے بعد کیسی ہوگئی ہر آدمی کی بیعت سے پہلے کی ایک زندگی ہوتی ہے ایک بعد کی سب لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے ایک آدمی دس برائیاں کرتا ہے بعد میں شاید آٹھ کرنے لگے تو یہ بھی بہتری کی صورت ہے بیعت سے پہلے کسی کے عقائد درست نہیں تھے یا وہ بے خبر تھا پھر اس کے عقائد درست ہوگئے وہ عظمت الٰہی اور صداقت پیغمبر ﷺ سے آگاہ ہونے لگا تو یہ بھی بہتر تبدیلی ہے اس لئے بیعت ہونے سے پہلے شیخ کے پاس بیٹھنے والوں کی باتیں سنیں جلدی نہ کریں تحقیق کریں جب اطمینان ہو جائے کہ پاس بیٹھنے والوں میں بہتری آرہی ہے پھر ضرور بیعت ہو جائے لیکن بیعت ہو جانے کے بعد اس کے ذمے صرف اطاعت ہے راولپنڈی کے ایک بہت اچھے عالم بہترین ادیب حسن سیرت وحسن صورت سے آراستہ ہمہ پہلو شخصیت حافظ محمد ریاض اشرفؒ تھے اخبار میں سوالوں کے جواب بھی دیا کرتے تھے وہ کہیں بھی بیعت نہیں تھے اور کہیں بیعت ہونے کا ارادہ بھی نہیں تھا حضرتؒ کی علمی شہرت سن کر ملاقات کے متمنی ہوئے کہ علم کا اندازہ علماء ہی کر سکتے ہیں ہر آدمی علماء سے اپنے سوال کا جواب تو پا سکتا ہے اس جواب میں علمیت کی گہرائی کو پانا اس کے بس میں نہیں ہوتا وہ یوں حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے علمی آدمی تھے علمی سوالات پیش کئے اور جب حضرتؒ نے جواب دیئے تو وہ مبہوت رہ گئے احساس ہوا کہ انکی اپنی ساری زندگی علما کی صحبت میں گزری اور علم بانٹتے گزری انہی کتابوں اور روایات کو بیسوں بار پڑھا لیکن جس انداز سے حضرتؒ نے

حوالے دیئے اور نکات پیش کیئے اور جس طرح حضرتؒ کے بتانے سے بات سمجھ میں آئی وہ سمجھ خود انہیں انہی کتب کے مطالعے کے بعد کیوں نہ آئی؟ تب انہوں نے حضرتؒ سے فرمایا کہ انہیں بیعت کر لیں حالانکہ اس وقت وہ بیعت کے ارادے سے نہیں گئے تھے حضرتؒ نے فرمایا مولانا آپ کے جو سوال باقی ہیں وہ بھی کر لیجئے مزید سوال تلاش کرنے کے لئے واپس تشریف لے جایئے اور بیعت ہونے کے لئے پھر کبھی آیئے اس لئے کہ جب آپ بیعت ہو جائیں گے تو پھر آپ کو سوال کی اجازت نہیں ہوگی لہذا تمام تحقیق بیعت سے پہلے پہلے کر لیجئے۔ انہوں نے کہا حضرتؒ جو تحقیق ہونی تھی ہو گئی اور مجھے سمجھ آ گئی اب میرے سوال ختم ہو گئے مجھے تمام جواب مل گئے اب آپ مجھے بیعت کر لیجئے۔ تو بیعت تصوف کا معاملہ سالک اور شیخ کے درمیان قلبی تعلق کے باعث ہوتا ہے یہ کیفی معاملہ ہے شیخ کے دل سے کیفیات سالک کے دل میں آتی ہیں اسے اگر بلا وجہ توڑ دیا جائے اور پھر باہر جا کر سمجھ آئے کہ غلطی کی تھی تو اول ایسے شخص کو واپس آنا ہی نصیب نہیں ہوتا۔ دوم اگر شیخ وہ کیفیات اس سے واپس لے لے سلب کر لے تو اس کے ساتھ ایمان کی کیفیات بھی چلی جاتی ہیں اس لئے کبھی بھی کوئی صاحب سلسلہ شیخ کیفیات سلب نہیں کرتا جو لوگ خود چھوڑ کر چلے جائیں رفتہ رفتہ کیفیات اُن سے خود دور ہو جاتی ہیں اور بالآخر ختم ہو جاتی ہیں اگر شیخ کو سلب کرنا ضروری ہو جائے کہ اسکی گمراہی سے مزید گمراہی پھیلنے کا اندیشہ ہو اور شیخ لوگوں کو بچانے کے لئے اس سے کیفیات سلب کر لے تو وہ آن واحد میں سلب ہو جاتی ہے اور چونکہ ایمان بھی دل کی ایک کیفیت ہے ساتھ ہی وہ بھی ختم ہو جاتا ہے اور بندہ مرتد ہو جاتا ہے اس لئے مشائخ عموماً سلب نہیں کرتے۔ ہمارے سامنے ایسے کئی واقعات ہوئے ایک ساتھی جسے کشف بھی نصیب تھا اس نے حضرتؒ کو خط لکھا کہ وہ جس درخت کے پاس سے گزرتا ہے یا جس پتھر کے پاس سے گزرتا ہے تو وہ اسے یا غوث کہہ کر سلام کہتے ہیں وہ اس وقت غالباً چھٹے عرش کے مراقبات میں تھا حضرتؒ نے اسے سمجھایا کہ ابلیس تمہیں یا غوث کہہ کر گمراہ کرنا چاہتا ہے اس نے حضرتؒ کو جواباً لکھا کہ وہ چھٹے عرش میں سفر کر رہا ہے اور شیطان اتنی آسانی سے اسے گمراہ نہیں کر سکتا حضرتؒ نے اسے سمجھایا کہ بلند منازل اللہ کی رحمت ہے یہ تمہارا کمال نہیں یہ کسی اور کا کمال ہے کہ تم کس بلندی پر پہنچ گئے ہو اس پر فخر نہ کرو اور توبہ کرو۔ اس نے پھر لکھا کہ رحمت الٰہی کا دروازہ اس پر کھل چکا ہے اسے کوئی بند نہیں کر سکتا الفاظ شاید حافظے میں وہی نہیں رہے مفہوم ایسا ہی تھا حضرتؒ نے فرمایا یہ دروازہ بند تو کیا ہوگا اب یہ ٹوٹ کر چور چور ہو جائے گا اور تمہیں زندگی بھر اس کا نشان نہیں ملے گا۔ وہ چلا گیا اور پھر ڈیڑھ دو سال بعد واپس آ گیا۔ میں بھی وہاں موجود تھا اس نے کپڑوں کا ایک نفیس جوڑا اٹھا رکھا تھا اور حضرتؒ کی خدمت میں عرض گزار ہوا کہ وہ سرحد، بلوچستان سندھ سب خانقاہیں پھر چکا ہے کہیں بھی تصوف و سلوک اور لطائف تک کو کوئی نہیں جانتا اس لئے اسے واپس قبول کر لیا جائے آپؒ کی عادت مبارک تھی کہ کسی کو منع نہیں فرماتے تھے اسے بھی کہا بیٹھو ذکر کرو لیکن اس دن کے بعد میں نے اسے حضرتؒ کے پاس کبھی نہیں دیکھا پھر پتہ چلا کہ وہ پاگل ہو گیا تھا ہر درخت، برتن جو بھی شئے سامنے ہو اسے خدا کہتا تھا۔ یوں اس کا دروازہ ٹوٹا کہ ساری کیفیات چلی گئیں اور ایمان کی کیفیت بھی دل سے نکل گئی۔

ادب و عقیدت کے ثمرات کی ایک مثال مفتی غلام صمدانی صاحب تھے ایک قابل قدر عالم، بہت بڑے مفتی اور بزرگ تھے وہ تصوف و سلوک لطائف و مراقبات سے نابلد تھے اسلئے قائل نہیں تھے لیکن حضرتؒ کی علمی حیثیت سے آشنا تھے اس لئے یہ سوچ کر آ گئے کہ بڑے عالم ہیں

کچھ دن ساتھ رہ کر دیکھ لیتے ہیں منارہ اجتماع میں چند دن ساتھ رہے اللہ نے کیا انہیں فنافی الرسول نصیب ہوا روحانی بیعت نصیب ہوئی تو ہر دم روتے رہتے تھے کہ کون کہتا ہے یہ سب ممکن نہیں۔ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں حضرتؒ کے ساتھ تھے انتہائے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنا سوال پیش کیا کہ حضرت جب آپ عالم امر میں کسی کو چلا دیتے ہیں اور بندہ چلتا رہتا ہے اُسے برکات نصیب رہتی ہیں تو کیا پھر آپ اسے روک بھی سکتے ہیں؟ تو آپؒ نے مسکرا کر فرمایا آپ جہاں کھڑے ہیں کیا آپ کے سامنے کوئی چیز ہے؟ کہنے لگے جی ایک میز ہے فرمایا اسے پکڑ لیں اور کھڑے رہیں کہنے لگے جی پکڑ لیا پھر بات آئی گئی ہوگئی کوئی ڈیڑھ سال ایسے ہی گزر گیا اجتماع میں آئے تو ڈرتے ڈرتے بڑے ادب سے عرض کیا حضرت وہ میز تو مجھ سے چھڑا دیں پچھلے ڈیڑھ سال سے میز مجھ سے چھٹا ہی نہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا مفتی صاحب سوال کا جواب مل گیا!

ان مثالوں سے سمجھ لیں کہ شاگرد کہیں بھی چلا جائے شیخ کے ایک اشارے پر ہوتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس کا اپنا قلبی تعلق شیخ سے کیسا ہوتا ہے؟ اگر شاگرد کے دل میں تکدر آجائے تو اسکی ساری منازل یک لخت گر جاتی ہیں تو بندہ جب بیعت توڑ کر چلا جاتا ہے تو میرے خیال میں سوائے اس کے کہ کوئی نادانستگی میں ایسا کر بیٹھے اور اللہ اس کی توبہ قبول کرلے عموماً ایسے لوگوں کو توبہ نصیب نہیں ہوتی جو لوگ کسی دنیوی مفاد اور لالچ میں آکر شیخ سے اور سلسلے سے بد دیانتی کر لیتے ہیں انہیں پھر توبہ نصیب نہیں ہوتی وہ پھر ہمیشہ کے لئے ضائع ہو جاتے ہیں اور جو بیوقوفی سے ایسا کرتے ہیں اور پھر جا کر انہیں احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے اچھا نہیں کیا تو انکے اسباق میں سے انکے پاس کچھ بھی نہیں بچتا جب واپس آتے ہیں تو ایک نیا آدمی آتا ہے ابتداء سے اسکی بنیاد رکھی جاتی ہے یہ جو نادانی سے چلے جاتے ہیں یہ جب واپس آتے ہیں تو یہ بہت پیچھے جا چکے ہوتے ہیں مراقبات کہاں بچیں گے انکے پاس تو کوئی کیفیت نہیں بچتی بلکہ کیفیات حاصل کرنے کی استعداد مجروح ہو جاتی ہے ایسا بہت کم ہوتا ہے کوئی بڑا ہی ثابت قدم ہو کر واپس آئے اور خلوص سے جم جائے الا ماشاءاللہ۔ اس پر محنت پہلے سے زیادہ کرنا پڑتی ہے کیونکہ اس نے بیعت توڑ کر خود کو توڑ لیا ہوتا ہے یہی فرمایا قرآن حکیم میں فانما ینکث علیٰ نفسہٖ جس نے بیعت کو توڑا اس نے اپنا کچھ باقی نہیں چھوڑا سب کچھ تنکا تنکا کر دیا جس نے عمارت کی ایک ایک اینٹ چونے سے پتھر تک سب کچھ بکھیر دیا ہو تو کیا پھر وہ خود بخود تعمیر ہو جائے گی۔

پھر چٹیل میدان سے ابتدا ہوگی پرانی دیوار پر نئی اینٹیں لگا کر دیوار بنانا ہوگی جو آسان نہیں ہے لہٰذا بغیر تحقیق کے بیعت نہیں کرنا چاہیے۔ بیعت ہونا نہیں چاہیے اور اگر ہو گئے تو بندے کے اختیار سے بات نکل گئی پھر بندے کے ذمے صرف جاں سپاری ہے۔

حضرتؒ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے ایک شخص کسی وجہ سے مفرور ہو گیا اور دور دراز پہنچ کر حلیہ تبدیل کر کے بزرگ کا بھیس بنا کر بیٹھ گیا۔ کسی سے تصوف کے بارے کچھ سن رکھا تھا احدیت معیت اقربیت اور اس طرح مراقبات کے ناموں سے واقف تھا کچھ عرصے میں لوگ اللہ اللہ سیکھنے کے لئے اس کے پاس آنے لگے وہ انہیں ان ناموں کے ذریعے ہی سکھاتا رہا کیفیات تو اس کے پاس نہیں تھیں لوگوں کا اپنا خلوص تھا لوگ ذکر کرتے اور متوجہ الی اللہ رہتے اللہ بے نیاز ہے اس نے انہیں کیفیات بھی عطا کر دیں اور انہیں مشاہدات بھی ہو گئے اب وہ آپس میں تبادلہ خیال کرتے کہ کہیں پر بھی حضرت کی روح کو نہیں دیکھتے آخر شیخ کا بہروپ بنا کر بیٹھنے والے سے پوچھ لیا کہ آپ کس مقام پر ہیں اس نے بات صاف کہہ دی کہ اس کے پاس تو کچھ نہیں

وہ تو کسی وجہ سے اپنے علاقے سے بھاگا ہوا تھا یہاں چھپ کر بیٹھا ہوا تھا اس نے مراقبات کے نام سن رکھے تھے وہی انہیں بتا تا رہا اُن کے اپنے خلوص کے باعث اللہ نے عطا کر دیا اس پر سارے شاگرد روئے اللہ کے آگے عاجزی کی بار الہا تیری بارگاہ میں کیا کمی ہے اگر اس بندے کے بتانے سے ہمیں نصیب کر دیے ہیں تو اسے بھی عطا کر دے اسے بھی اپنے قرب کے مقامات عطا کر اللہ نے انکی دعا قبول فرما کر اسے مراقبات عطا کر دیئے۔

حضرت فرماتے تھے بیعت کا رشتہ للّٰہیت اور خلوص کا رشتہ ہے بے حد نازک ہے ذرا سی ٹھیس برداشت نہیں کر سکتا اتنا نازک کہ ذرا سی بدگمانی اسے پاش پاش کر دے لیکن اتنا مضبوط کہ بندے کو احکام الٰہیہ کے آگے جکڑ کر رکھ دے اور بندہ مرضیات باری میں فنا ہو جائے۔ جتنا مضبوط ہے اتنا نازک بھی ہے مضبوط اتنا ہے کہ امور دنیا میں بھی بندہ اسیر ہو جاتا ہے اگر واقعی اس نے بیعت کی ہو تو ہر کام کرتے وقت اسے یہ خیال دامن گیر رہتا ہے کہ کہیں شیخ کو ناگوار تو نہیں گزرے گا کیونکہ شیخ بھی تو انسان ہے اللہ کی رحمت تو بہت وسیع ہے نبی کریم ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں اور شیخ ہمارے عہد کا آدمی ہے زود رنج ہوگا پتہ نہیں معمولی سی بات سے خفا ہو جائے اگر خفا ہو گیا تو کیا بچے گا؟ یہ رشتہ اتنا نازک ہے کہ کچے دھاگے سے زیادہ نازک، شیخ کے دل میں ذرا تکدر آیا تو بنی بنائی عمارت یکدم مٹی کا ڈھیر ہو گئی اور مضبوط اتنا کہ بندے کو جکڑ کر رکھ دیتا ہے بندہ اپنے ذاتی اور خاندانی امور میں بھی ایک قیدی کیطرح زندگی گزارتا ہے کہ یہ کروں اور یہ نہ کروں شیخ کو تکلیف نہ پہنچے اور بیعت توڑ کر جانا تو اپنی بربادی کیطرف انتہائی اقدام ہے آگے اللہ کی مرضی کسی کو توبہ نصیب کر دے تو بڑی بات ہے لیکن ہوتا کم ہے اور کسی کو واپسی نصیب ہو جائے تو وہ بڑا ہی خوش نصیب ہے شاید وہ ناسمجھی کی وجہ سے چلا گیا ہوگا یا سستی کی وجہ سے رہ گیا ہوگا اس کے دل میں اعتراض نہیں ہوگا۔

بیعت ہونے سے بہت پہلے یہ سوچ لینا چاہیے اور ہونے کے بعد سوچنا نہیں پھر صرف اطاعت کرنا چاہیے۔

اِنا للہ وانا الیہ راجعون

درج ذیل احباب اور انکے عزیز واقارب دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔

☆......سلسلہ عالیہ کے بزرگ ساتھی پروفیسر حافظ عبدالرزاق خالق حقیقی سے جا ملے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے۔آمین

☆......حضرت امیر المکرّم مدظلہ کے داماد ملک محمد سعید دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں مرحوم کراچی میں کسٹم آفیسر تھے

☆......چکوال (صوبیدار (ریٹائرڈ) محمد اشرف کے والد اور اہلیہ

☆......ڈسکہ سے حافظ فیصل کے والد۔

☆......بھمبر (آزاد کشمیر) سے صوبیدار منظور کی والدہ۔

☆......راولپنڈی محمد اصغر کے سُسر۔

☆......مظفر گڑھ مہر محمد اقبال کی والدہ۔

☆......اٹک سے عبدالرشید کے بڑے بھائی۔

☆......صادق آباد سے منیر احمد کی اہلیہ۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے

اُس نے ایک بار پھر حلف اُٹھا لیا

ڈاکٹر صفدر محمود

انتالیس سالہ سرکاری ملازمت کے دوران بہت سے محکموں' اداروں اور وفاقی وزارتوں میں کام کرنے کا موقعہ ملا اور اس حوالے سے بہت سے حکمرانوں' وزیروں اور سیاستدانوں کو قریب سے دیکھا' کچھ کو قریب سے اور کچھ کو ''عنقریب'' سے اور اس طرح جہاں حکمرانوں کو سمجھنے میں مدد ملی وہاں سیاستدانوں کی ''سیاست دانیوں'' کے مظاہرے بھی دیکھنے کو ملے جو یاروں کی بارات کی مانند کبھی کبھار ذہن کے دروازے پر دستک دیتے رہتے ہیں خاص طور پر جب کوئی حکمران سیاستدان یا ان کا حواری اصول پرستی' ایمانداری یا بے لوث خدمات کا دعویٰ کرتا ہے یا عوام سے عقیدت کا نعرہ بلند کرتا ہے تو ماضی کے تجربات و مشاہدات کا ہجوم انگاروں کی مانند میرے رگ و پے میں سلگنے لگتا ہے اور قوم و ملک کی محرومیوں کا احساس درد بن کر میرے سینے میں دھڑکنے لگتا ہے۔

طویل عرصہ قبل میں ایک محکمے سے تبدیل ہو کر ایک وزارت میں پہنچا تو حسب معمول مجھے وزارت کی کارکردگی' اس کے مستقبل کے پروگرام اور اہداف اور بڑے بڑے مسائل کے بارے میں بریفنگ دی گئی۔ کئی روز فائلوں کی ورق گردانی اور معاملات سمجھنے کی کوشش میں گزر گئے تو اچانک ایک روز ایک موٹی سی فائل آتشیں گولے کی مانند میری گود میں آن گری سرکاری محاورے کے مطابق میں نے اسے سونگھنے کی کوشش کی تو تھوڑی ہی دیر میں اس کے تعفن نے مجھے فائل کو بند کر کے صندوق میں رکھنے پر مجبور کر دیا کیونکہ یہ فائل بتا رہی تھی کہ اس کا آرام سے اور غور سے مطالعہ کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ معاملہ روا روی میں سمجھ میں نہیں آئے گا صندوق سے مراد وہ کالا صندوق تھا جس میں غور طلب فائلوں کو بند کر کے میری گاڑی میں رکھ دیا جاتا تھا اور جن کا میں گھر پر سکون سے شام رات مطالعہ کرتا اور ان پر فیصلہ یا اپنے ردعمل یا آئندہ کے لائحہ عمل لکھتا تھا۔

اس رات میں نے اس فائل کو غور سے پڑھا تو راز کھلا کہ حکومت پاکستان نے غریب ملک کے خزانے سے آٹھ کروڑ روپے وزارت کو دیئے تھے بلکہ یوں کہئے کہ وزارت نے ایک سکیم یا منصوبہ بنا کر حکومت کو بھیجا تھا جس کے مطابق ملک بھر میں پھیلے ہوئے کچھ مخصوص اداروں میں ٹیکنکل سامان مہیا کیا جانا تھا جس سے ان اداروں کی کارکردگی بہتر بنانی مقصود تھی اور ان اداروں میں زیر تربیت غریب طلبہ کی قابلیت اور تعلیمی استعداد کو چار چاند لگائے جانے تھے اس مقصد کے لئے وزارت نے حکومت عالی جناب سے آٹھ کروڑ روپے مانگے تھے جو اسے دے دیئے گئے یہ بات ذہنوں میں رہے کہ اس دور میں آٹھ کروڑ روپے اچھی خاصی رقم تھی کیونکہ ابھی ہم روشن خیال نہیں ہوئے تھے نہ ہی اربوں روپے کے سکینڈلوں کی رسم شروع ہوئی تھی۔

میں نے فائل کو کھنگالنا شروع کیا تو راز کھلا کہ جب وزارت کو آٹھ کروڑ روپے مل گئے تو قواعد کے مطابق مال کی سپلائی کے لئے اخبارات میں اشتہارات دیئے گئے جن کے جواب میں بہت سی کوٹیشن موصول ہوئیں۔ وزارت کی مجاز کمیٹی نے ان کوٹیشنوں کا مطالعہ اور موازنہ کیا اور جس کمپنی نے سب سے کم ریٹ آفر کئے تھے اس کی پیشکش قبول کر لی اور اسے مال سپلائی کرنے کا اجازت نامہ جاری کر دیا۔ یہ ایک غیر ملکی کمپنی تھی جس نے اپنا آفس پاکستان میں بھی کھول رکھا تھا۔

کچھ عرصے میں کمپنی نے قواعد کے مطابق تمام اداروں کو مال سپلائی کر دیا اور جہاں جہاں مال سپلائی کیا گیا تھا وہاں سے رسیدیں لے کر اور دیگر کارروائی مکمل کر کے اپنا بل یا کلیم وزارت میں برائے ادائیگی پیش کر دیا اس وقت تک سمجھوتے کے مطابق کمپنی کو آٹھ کروڑ روپے میں سے چھ

کروڑ روپے کی ادائیگی ہو چکی تھی اتنے میں حکومت بدل گئی' انتخابات ہوئے اور دوسری پارٹی برسر اقتدار آ گئی۔ قواعد کے مطابق باقی ماندہ دو کروڑ روپے کی ادائیگی ایک کمیٹی کی رپورٹ کے بعد کی جانی تھی جس نے سامان کی مکمل سپلائی اور اس کی کوالٹی کے بارے میں تسلی بخش رپورٹ دینا تھی اس کمیٹی کی رپورٹ سے انکشاف ہوا کہ بہت سے مقامات پر سارا مال سپلائی نہیں ہوا تھا اور اکثر مقامات پر سپلائی کردہ مال گھٹیا' زنگ آلود' سیکنڈ ہینڈ یعنی استعمال شدہ سپلائی کیا گیا تھا جو یا تو روز اول سے ہی ناکارہ پڑا تھا یا پھر چند ہفتوں میں ناکارہ ہو کر رہ گیا تھا چنانچہ وزارت نے پہلی انکوائری کے بعد اس پراجیکٹ کے سربراہ کو معطل کر دیا سیکنڈل کی تحقیق کے لئے ہائی لیول کمیٹی بنا دی اور سارے کا سارا پراجیکٹ دھرے کا دھرا رہ گیا۔ مختصر یہ کہ میں نے اس سیکنڈل کی تہہ تک پہنچنے کے لئے خاصا زور لگایا' متعلقہ افراد سے تفتیش کی جہاں مال بھجوا دیا گیا تھا اس کی داستان غم سنی' معطل شدہ افسر سے کئی بار وضاحتیں لیں اور کیس ایف آئی اے کے حوالے کر کے کیس رجسٹرڈ کروا دیا۔ اس میں کئی ماہ گزر گئے۔ پھر ایف آئی اے کی رپورٹ بھی آ گئی اور معاملہ ہائی لیول کمیٹی کے روبرو پیش ہوا جس میں اس واردات کے سارے پہلوؤں پر غور کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ عدالتی کارروائی سے کچھ حاصل نہ ہوگا اور اس کا فیصلہ ہونے میں کئی برس لگ جائیں گے جس سے سپلائی کردہ مال بھی زنگ آلود ہو کر خاک ہو جائے گا اور ان اداروں کا بیڑہ غرق ہو جائے گا پھر خدا جانے کئی سال کی عدالتی کارروائی کے بعد کسی کو سزا ملے بھی یا نہیں اس لئے بہتر راستہ یہ ہے کہ غیر ملکی کمپنی کو ڈرا دھمکا کر اس بات پر راضی کیا جائے کہ اس نے جہاں سامان کم سپلائی کیا ہے وہاں پورا اور معیاری سامان مہیا کر دے اور جہاں ناقص سامان سپلائی کیا ہے اسے معیاری سامان سے بدل دے۔ جب معائنہ کمیٹی سارے سامان کا معائنہ کر کے تسلی بخش رپورٹ دے دے تو اس کی باقی ماندہ ادائیگی کر کے معاملہ ختم کر دیا جائے۔ میں نے کمپنی کے غیر ملکی ڈائریکٹر سے بات کی تو وہ بہت سٹپٹایا کہ ہم تو پہلے ہی سامان مہیا کر چکے ہیں اب دوبارہ سپلائی پر ہمیں بہت نقصان ہوگا۔ میں نے انکار کی صورت میں عدالتی کارروائی' کمپنی پر پابندی اور جیل کا دروازہ دکھایا تو وہ چند روز کے انکار کے بعد یہ نقصان اٹھانے پر راضی ہو گیا۔ چنانچہ معاہدے کے مطابق اس کمپنی نے معیاری سامان سپلائی کیا اور ساتھ ہی ساتھ ناقص سامان کو بھی بدل دیا۔ پھر ہم نے ان تمام اداروں کے سربراہوں سے رپورٹیں منگوائیں اور معائنہ کمیٹی کو بھجوا کر مزید تسلی کی۔ اس دوران وہ غیر ملکی ڈائریکٹر مجھ سے دو تین بار ملا اور نقصان پر مسلسل احتجاج کرتا رہا لیکن میں اسے بڑے نرم اور منطقی انداز سے سمجھاتا رہا کہ اس کے علاوہ ہمارے پاس اور کوئی راستہ نہیں۔ جب ساری کارروائی مکمل ہو چکی تو اس کمپنی کا حساب بے باق کر دیا گیا۔ چنانچہ رسم دنیا کے مطابق اس کمپنی کا غیر ملکی ڈائریکٹر مجھے الوداعی کال کرنے آیا اس بار میں نے اسے پہلی بار چائے پلائی' گپ شپ کی' اس کے نقصان کی داستان سنی' اس ملاقات میں اس نے مجھے بتایا کہ کمپنی نے پاکستان میں اپنا دفتر بند کر دیا ہے میں پاکستان کو خیر باد کہہ کر اپنے وطن لوٹ رہا ہوں اور یہ میری تم سے آخری ملاقات ہے۔ یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے گرمجوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اب جب تم پاکستان سے ہمیشہ کے لئے جا رہے ہو تو کیا میں تم سے ایک بات پوچھ سکتا ہوں وہ جذباتی ہو چکا تھا کہنے لگا ''ہاں ہاں ضرور......؟'' میں نے پوچھا کہ پھر مجھے سچ سچ بتاؤ کہ یہ گھپلا کیونکر ہوا۔ اس نے میری طرف غور سے دیکھا اور کہا ''آٹھ کروڑ روپے کے ٹینڈر سے ہمیں مجبوراً دو کروڑ روپے آپ کے سابق وزیر کو دینا پڑے۔ وہ اس سے کم کمیشن پر راضی نہ تھا پھر مجھے بتاؤ کہ میں معیاری سامان کیسے سپلائی کرتا؟'' یہ کہہ کر اس نے مجھے خدا حافظ کہا اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رخصت ہو گیا۔ یہ بات صرف یہاں ختم نہیں ہوتی۔ اب آپ کو اندر کی بات بتاؤں تو آپ حیران و پریشان ہو جائیں گے اس معزز سیاستدان اور مقبول عوامی نمائندے نے ایک بار پھر وزارت کا حلف اٹھا لیا ہے۔ میں تقریب حلف وفاداری ٹی وی پر دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ ہم کب تک کرپٹ لوگوں کو ووٹ دے کر منتخب کرتے رہیں گے اور کرپشن کا رونا روتے رہیں گے؟ شاید ہمارا مقدر ہی ''رونا'' ہے۔

مومن کی دعا کبھی رد نہیں جاتی

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مومن کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی لیکن قبولیت کے انداز اپنے ہیں، کبھی تو جو وہ مانگتا ہے وہی دے دیتا ہے کبھی یہ ہوتا ہے کہ جو مانگتا ہے، دیتا وہی ہے لیکن اس میں وقفہ آ جاتا ہے کیونکہ وہ بہتر جانتا ہے کہ کونسی چیز اسے کب دینی ہے جس طرح ماں چاہتی ہے کہ بچہ جو مانگے، وہ اسے دے دوں لیکن کبھی وہ کہتی ہے کہ یہ تھوڑی دیر بعد ملنا چاہیے کبھی یہ ہوتا ہے کہ جو ہم مانگ رہے ہوتے ہیں وہ ہمارے لئے نقصان دہ ہوتا ہے جیسے بچہ چاقو مانگ رہا ہے تو ماں اس کی بجائے کوئی اور خوش نما چیز دے دیتی ہے اللہ کریم اس دعا کو رد نہیں کرتے بلکہ اس کے بدلے ہمیں بہتر چیز دے دیتے ہیں پھر فرمایا اگر دنیا میں اسے کچھ بھی نہ ملے تو اللہ اس دعا کو اپنے خزانہ خاص میں رکھتا ہے جس کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جب حشر کا میدان ہوگا اعمال تولے جائیں گے فرشتے عرض کریں گے بار الٰہا ہم نے فلاں ابن فلاں کے اعمال تول لئے۔ اللہ کریم فرمائے گا نہیں، سارے نہیں، اس کے کچھ اعمال میرے پاس بھی امانت ہیں۔ اس نے دنیا میں دعائیں کی تھیں جو اس وقت موزوں نہیں تھیں لیکن میں نے اسے اپنے پاس اس کے آخرت کے خزانے میں جمع کر لیں، وہ بھی لے جاؤ۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اس وقت بڑے بڑے مستجاب الدعوات آرزو کریں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کوئی دعا قبول نہ ہوتی۔ فرماتے ہیں، جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اللہ سے دعا کرو، اللہ مجھے تسمہ دلا دے۔ ہر کام کے لئے دعا کرو۔

ماخوذ از ''اکرم التفاسیر'' جلد دوئم

تعاون

اسلم ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

مینوفیکچررز آف پی سی یارن

پُل کوریاں، سمندری روڈ فیصل آباد فون 2-041-2667571

Q: 45 You have said that every person should try to propagate religion, even if s/he has only one Latifah. On the other hand the religious scholars maintain that making effort for the Tazkiyah of others is Fardh-e Kifayah.

A: 45 My brother, how many people are attending towards this Fardh-e Kifayah? Have you ever pondered how many people like you do Zikr out of the total world population of about six billion? If you also forsake it, who else will do it? A Fardh remains Fardh-e Kifayah as long as some persons out of a community fulfil that obligation, otherwise it becomes Fardh-e 'Ain and the entire community is held accountable for forsaking a Fardh. The funeral Salah of a Muslim remains Fardh-e Kifayah only if some members of the community offer it and the obligation is deemed to have been fulfilled by the whole community; however, if none from that community offers this prayer then all of them are held accountable for having forsaken a Fardh-e 'Ain. You can count yourself, how many members of the human race are fulfilling this Fardh-e Kifayah. Dear, this is a matter of one's own choice. This blessing increases when it is distributed freely. If someone doesn't want to teach others, he won't do us any harm but will certainly decrease his own reward. You read this instruction of the jurists that it is Fardh-e Kifayah, why do you forget the directive of the Holy Prophet-SAWS 'Convey from me to other Muslims, be it only one sentence'? And why do you forget this Divine injunction, 'You are the best Ummah, raised for mankind'? Don't you think you will be questioned with reference to this Ayah about your contribution for others?

Q: 46 Shah Wali Ullah has written that he learnt the Holy Quran from the Holy Prophet-SAWS. Can every Wali seek the guidance from the Holy Prophet-SAWS in this manner, when required?

A: 46 Yes, he can. However, nothing new will be obtained today. The Holy Prophet-SAWS left the world only after giving us the complete Deen. Nothing can be added to it nor subtracted from it, now. There is, usually, more than one aspect and interpretation of a religious instruction. The Aulia seek his-SAWS guidance only to request which of those aspects is more blessed or more suitable for their times. This is the type of guidance that is sought from him-SAWS. Neither does he-SAWS give any new instruction nor can anyone receive any new instruction from him nor is there any such requirement. The Holy Prophet-SAWS left this world only after he had completely and explicitly conveyed every major and minor Command of the Religion. When the Ayah 'This day I have completed your Deen, and have perfected My Favours upon you and have chosen Islam as the Deen for you', was revealed, it signified that the requirement for the Holy Prophet-SAWS to stay in this world had been fulfilled. After its revelation, the Holy Prophet-SAWS remained in this world for about eighty-three days. No new instructions can be received by any Sahabi, Wali or Sahib-e Kashf (a person blessed with spiritual observation), because the Deen has been completed and fully conveyed by the Holy Prophet-SAWS.

When one starts slackening in Zikr, misses Salah, errs in his dealings and commits sins, this indicates a decrease in the longing for **Allah**. Whenever that happens, turn to **Allah**, repent and pray, 'O **Allah**! I am stupid. I don't understand the importance of longing for **You**. Grant me that longing for **You**, the desire of longing for **You** and the awareness and comprehension of longing for **You**.' If you ask me, what will I do? If you request someone else, what can he do? All are alike; all are dependent and all have to make a request there. What **He** likes most is when some servant of **His** takes his problems and difficulties to **Him** directly. **He** wants…every slave should come to **Me** directly; talk to **Me**, establish a relationship with **Me** and share his problems with **Me**. Then, it is between **Me** and **My** slave! When a relationship is established with **Him**, problems remain problems no more; who cares about problems? You know, doctors inject or spray anaesthesia and then operate; they slit, tear and cut but there is no feeling of pain. If a medicine can have so much effect, how would a bearer of **Allah**'s love feel any pain of problems? All problems eventually fall back without causing event the slightest pain. The greater the degree of nearness, the more delicate this relationship becomes.

I pray, but I am not happy; I feel this is my failing and the failing of all of us that we are doing nothing. Our existence has no bearing on the history of humanity; it has no effect on national life. A whole world acknowledges the love relationship of Majnoon with another mortal; and here we are, in the thousands, who claim a relationship of love with **Allah**, but nobody knows us. And we continue to complain: I slacken in Zikr, I miss Salah, I can't do this, I can't do that. What is this love and which type of fondness is this? It indicates that something is lacking somewhere!

My brother, I want…may it happen that **His** love is found in every home, street and city. May the hearts of Muslims nurture **His** love once again! A revolution is initiated and a change is brought purely for **Allah**, **His** Messenger-SAWS and Islam. Otherwise, just visiting places or writing in newspapers is of no consequence, whatsoever. This change depends on the sincerity of our intentions and the purity of our longing. I wish I can infuse this in your hearts. May **Allah** grant my wish; every heart acquires this love-pain, takes it along and distributes it far and wide! May it create a world of people, whose every action is for the good pleasure of **Allah** and in adherence to **His** Messenger-SAWS, those who don't care for anybody else! Such are the people who keep the thrones of mighty emperors on their tip-toes.

Questions and Answers

Q: 44 If the Azan (the call for Salah) is given during Zikr, should one recite Darood Shareef when the name of the Holy Prophet-SAWS is mentioned?

A: 44 One should not respond to the Azan under certain circumstances: during Salah, while in the washroom, intimacy with the spouse, while listening to religious sermon or while learning religious knowledge. Such people should recite the *response to the Azan after being free, if it's not too late. It is permitted to recite* the response to the Azan while eating, but it is not mandatory. Similarly, one shouldn't respond to the Azan during Zikr.

So the demand of love is that one's whole life should be spent according to the Quran. It is not the type of love that flourishes in solitude or under cover or in abstinence from all worldly business. This love demands that every business of life should be conducted according to the instruction of **Allah** and His holy Prophet-SAWS. Such love denotes eternal life and raises man to an acme where his daily routine is made in the Divine Presence. What a level of greatness for man that even his timings of rest and work are decided by Almighty **Allah**…you can eat this, but can't eat that; you can put on this dress, you can't put on that dress; you should say this, but shouldn't say that; talk to this person politely, but chop that fellow's head off. At one place, his action of restraint is liked; at another place his act of killing someone is liked, and at yet another place his act of self sacrifice is appreciated. So, the important point is not what he did, but who ordered that act and how sincerely he could accomplish it. What a great honour for man that he sleeps and wakes according to Divine Command, thinks according to Divine Will and acts according to Divine Pleasure! However, if someone leaves everything and just sits tight, he is doing something ludicrous. Earning Halal Rizq is as obligatory as any other worship like Salah, Saum, Zakat or Hajj. One only gets that which **He** gives, but it is worship to make this effort. Likewise, it is man's responsibility to strive to establish the truth; of course, it is **He**, **Who** will make things happen: that is decreed!

My brother, I am talking fiction. Where can you find such people during this time? Nowadays, people love **Allah** for their own benefits; they have made it into a business. Man wants to establish a relationship with **Allah** on equal terms: I will offer **Your** Salah, **You** provide for my children; I shall offer **Your** Salah, **You** make me profitable in my business; I shall offer **Your** Salah, **You** cure my disease: this is pure trading! Man has placed himself on a footing equal to his Lord, because trading is done on equal basis! In any case, this is our responsibility and duty. We weren't men of that calibre, but once assigned, the duty has to be carried out. We have to say these things. What happens then is between **Him** and **His** slaves. Our wish is that **He** grants sincerity and pure longing to everyone; once the desire is present, the doors start opening automatically. How many letters have I receive that say: I can't perform Zikr, I experience a stream of stray thoughts during Zikr; I miss Salah; this happens to me, that happens to me...how can I answer such questions? It is not that you can't perform Zikr, but the fact is that **He** doesn't allow you to perform Zikr. Now what can be done? You could have done some hanky-panky; **He** didn't like it and said, 'OK, remain without Zikr'. You don't feel like offering Salah; probably you tried to do some trading with **Him** during Salah, and **He** said, 'OK, you can leave it, **My** Arsh is not going to fall, if you don't prostrate before **Me**'. It is **His** promise that anyone who loves **Him** purely, *those who strive in **Our** way*…**I** open **My** ways for the one, who craves for **Me**. Then, why is your way closed, why do your and my ways get closed? When **He** says, '**I** open the ways for him, he who yearns for **Me**'…**He** has not specified any number, it can be a thousand ways, it can be millions of ways, it can be innumerable ways. But why does our way get blocked? Sometime, it is Shaitan who is whispering evil thoughts, sometime we feel lazy, now we don't want to do Wudhu, now we don't want to pray Salah. Why? Probably we made a mistake about '…*for **Us***'; at some place we tried to trade with **Him**. But why should **He** trade with us? Why should the Creator care for **His** creatures? **He** is not dependent on us; it is we who are dependent on **Him**, but we have forgotten our place. ***Allah** is Independent, while you are dependents*. He is Absolute and Independent, while you are ever needy and dependent. Need and dependence is your nature.

ning, members of the human race have developed all types of relationships with one another, including those of love and affection, and will continue to build such relations till the End. Why is it that some of them are famous in the whole world and are known internationally, even in foreign folklore. Such numbered people were men and women like others, with nothing special about them. However, their mutual relationship had consumed them to the extent that they lost all consideration for their respect, comfort or family. And what is that love which doesn't drive a lover crazy; how can soundness of mind co-exist with any claim of love?

The most difficult task undertaken by the Prophets (which no one else could accomplish) was that they joined man with God. They salvaged him from the darkness of Kufr, brought him before **Allah,** and taught him to communicate directly with the Lord of the universe. The holy Prophet-SAWS retrieved people from idol-worship, polytheism, Kufr, wine, theft, mugging and every possible vice, and joined them with **Allah**. He-SAWS never bade them to worship his person, but said, 'I worship **Allah**; so should you, alongwith me.' This taste of Divine gnosis so charged that handful of nomads that they rose from the desert and spread the Light of **Allah**'s Name to every corner of the globe. Don't forget that superpowers existed even at that time; there were mighty empires, huge armies, strong nations with specific civilizations and customs. But **Allah**'s love spread like a wave creating **His** lovers in the whole world. Each lighted candle kindled the next and their light illuminated each corner of the globe. It generated such continuity that the call for prayers is resounding at some place on the globe at every moment. There is not a single moment when the Azan is not being called somewhere on the surface of earth. Out of the five calls for prayers, one is being called somewhere. If you survey their timings through a computer, you will discover a perfect harmony; from somewhere on the globe a crier will be calling people to **Allah**, at every moment. How strange! The holy Prophet-SAWS had called to mankind, 'Where are you straying? Why are you sad or worried? Just take **Allah**'s love and forget all worries.' The poets have interpreted love in their own words and ways, but the central point is that, let anything happen, let the greatest calamities befall, let the greatest loss be met, let prestige, power, respect even life be sacrificed, but the fervour to meet the beloved should never slake. This feeling was inspired by the holy Prophet-SAWS and the Mu'azzin (the caller of the Azan) who invites everyone to it. I was myself amazed when I discovered that there is not a single moment in which the Azan is not being called somewhere on earth...**Allah**-o Akbar, **Allah**-o Akbar (**Allah** is the Greatest, **Allah** is the Greatest). But, if the caller of the Greatest Being, **Who** has created all blessings and has reserved a place for **Himself** in human nature, is calling us every moment and we have no time to listen to his call, then what type of Islam is this and what type of Muslims are we? It is not claim but conduct that matters. Nobody will care for superficial Islam on the Day of Resurrection. The whole world, not only us but even the previous Ummah, look towards intercession by the holy Prophet-SAWS. When people rise on the Day of Resurrection, everyone will want to reach the holy Prophet-SAWS and come under his flag. Everybody who claims to be a Muslim would run towards him, creating a great rush and hassle. The holy Prophet-SAWS would stop them and submit in the Divine Presence, 'O **Allah**, take these people out of my sight. My whole life was spent in implementation of the Quran while this is a crowd of people, who had expelled the Quran from their lives. They have nothing to do with me. Don't let them come near me. Drive them away to wherever **You** like.' Can anyone imagine the bitter regrets of such rejected people?

wilderness, each cell of the body experiences, through their relationship, the effects of all of the troubles that the Rooh faces and all of the difficulties that it encounters.

On the Day of Resurrection, the body will be restored and the Rooh will flow into it. The holy Prophet-SAWS said the twain would quarrel in front of **Allah**. The Rooh will complain, 'O **Allah**! I am from the Realm of Command, I am pure in essence as well as in nature. The fault is because of this body; when it joined me, it dragged me (under its physical impulses) to **Your** disobedience, and thus abased me also.' The body would wail on its own, 'O **Allah**! I was a collection of mere dust particles, I had no knowledge of any good or bad, each of my particles performed **Your** Zikr. The fault is because of this Rooh.' Almighty **Allah** will ask them to watch what unfolds before them. They will see a beautiful, fruit-laden garden with two men in it, one disabled and the other blind. The disabled man will tell the blind man, "All of the trees in this beautiful garden are laden with ripe fruit, but I can neither climb nor pick them. You should pick them." The blind man will reply, "How can I pick fruit, when I can't see anything?" Then they will sit down to devise a plan. The disabled man will ask the blind man, "If you climb onto my shoulders, will you pick some fruit?" "Of course" whispers the blind man. The blind man then climbs onto the disabled man's shoulder and together they pick the fruit. Almighty **Allah** will now ask the Rooh and its body, "Which of these two is blameworthy?" They will submit, "O Lord! They both are rascals of the same grade." Almighty **Allah** will say, "This is exactly your relationship. The Rooh couldn't have done anything independently without its physical body; similarly, the body would have been lifeless without its Rooh. Whatever you did, you did it together and were lost in the pursuit of worldly pleasures. **I** granted this blessing to man and illuminated his dust particles with Refulgence from the Realm of Command, because **I** wanted his heart to be **My** home. He should not only know **Me**, but recognise and love **Me**. He should not only love **Me**, but crave after **Me** passionately, to the extent of madness! He may lose his life but shouldn't forsake his love for **Me**. If it goes that far, he has defeated even death!"

Don't call those slain in the cause of Allah, as dead. Not only calling them dead is prohibited, but also thinking of them as dead is also forbidden. Your rationale for life is that you eat and move around: they also eat. Whatever you eat of grain, fruit or meat is a product of dust; you consume dust, they consume Noor (Divine light). The acme of human excellence lies in the acquisition of a passionate longing for **Allah**. Man should be willing to forsake both worlds, but should never forsake the love of **Allah** and the love of **His** holy Prophet-SAWS: and the name for all love is Muhammad-SAWS! If you take this name out, then there is nothing but hate in the whole universe. There is no concept of love outside of this blessed man; there has never been, nor shall there ever be any love without him! Every Prophet, from Prophet Adam-AS to Prophet Isa-AS was in the Ummah (followers) of the holy Prophet-SAWS. They had taken from him-SAWS all of the love that they had distributed, and when he-SAWS himself arrived, there remained no requirement for another Prophet. That is what is meant by 'The Seal of Prophethood'. Suns have risen before him also; they shed their light, illuminated their environment and set finally. But, our sun shall never set after its rising, it shall remain on the horizon forever. There remained no requirement of any other Prophet after the advent of the holy Prophet-SAWS, because when the sun rises, all other lights are extinguished. The holy Prophet-SAWS said, "**Allah** made a very beautiful building of Prophethood; it was complete except for one brick, and I am that brick. The building has been completed with my advent."

Do you know what is love and what is the effect of love? Love is a relationship that binds the lover helpless and overwhelms his personal likes and dislikes. Since the Begin-

The Purity of the Relationship

Translated Speech of
His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah

***We** show **Our** ways to those who strive for **Us**.*

This Quranic verse is apparently a simple sentence, but it points to the most difficult course of human life. It is human nature that man wants some invisible power to respond to him, protect him and help him in the time of need. In fact, this is an echo of our longing for **Allah**, placed within our subconscious by **Him,** because mankind is not any insignificant unit of creation. The whole universe, the Realm of Creation and the Realm of Command, all remain attentive towards this single entity. The revolution of the sun, moon and stars, and the attention of the whole universe is focused towards this tiny star known as earth. All of them cast their effects on it and cause changes on it. In reality, the earth is the focus of all activity taking place in the whole universe. The Almighty says while mentioning about this earth: *All that is in the earth has been created for you.* Earth is the centre of attention of the whole universe; **Allah** says, '**I** have made for you all that grows on the earth as a result of the movement of the universe, the heat of the sun and the changing of the seasons.' There is a principle of philosophy that, if a person meditates in solitude that he is the only person living on this earth, he would realize that the sun continues to rise, clouds shower rain and the earth keeps spreading its benefits only for him - the lone dweller. This whole range of blessings is the lot of every single human being.

Allah has assigned much importance to a human being. **He** has put something different in him, than **His** remaining creation. There are two realms in the universe, the Realm of Creation (Alam-e Khalq) and the Realm of Command (Alam-e Amar). The Realm of Command starts from where the Realm of Creation ends. The Realm of Creation is ephemeral and temporary, and is destined to an end and destruction. Command is a Divine Attribute; the Divine Being is Eternal and so are all **His** Attributes, they are timeless and endless! Therefore, the Realm of Command exists from the immemorial to eternity, it is everlasting. The Supreme Lord created man as a mixture; **He** created his body from the Realm of Creation and infused a Rooh into it from the Realm of Command. How was the Rooh created? This is beyond the scope of your knowledge. It is sufficient for you to know that it is from the Realm of Command and is thus eternal. Once established, the Rooh-body connection assumes such strength that the body becomes useless without its Rooh, and, the Rooh is equally helpless without its body; it can't operate independently in this world of cause and effect. Due to this connection, the human body will continue to exist forever alongwith its Rooh. When the Rooh of a person separates from his body, he is absolved of all religious and worldly obligations, but the Rooh retains its connection with each cell of the body, in whatever condition and wherever it might be, even if the body is burnt or eaten by a beast. The body may be reduced to any form; its particles continue to exist. If the Rooh is in Illiyin (a high station of Divine Bliss), each cell of the body enjoys the bliss of those Lights and Blessings that keep descending on the Rooh. But, if the Rooh strays from its path and is lost in the